یہہ دونوں میرے شاگرد ہیں اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی میرے اُستاد اور شیخ ہیں ایک طرف تو میری کسرشان ہے۔ اور دوسری جانب میری طرف سے سوء ادبی۔ اس وجہ سے میں ان تینوں شخصوں سے مباحثہ نہیں کر سکتا۔ اس عذر خام پر حافظ صاحب کی خدمت شریف میں گذارش کی گئی۔ کہ یہہ کوئی دنیاوی امور میں مقابلہ نہیں کہ جس میں عدم مساوات تقابل کی جہت سے سوء ادبی اور کسرشان کا لحاظ ہو سکے یہاں تو امور دینیہ میں سے ایک امر کا تصفیہ کرنا مطلوب ہے جس سے عام مسلمانوں کی بہبودی کا خیال ہے اور یہہ تصفیہ نفسانیت سے نہیں بلکہ بڑی راستی اور صداقت اور حق طلبی اور نیک نیتی اور متانت سے ہوگا اسمیں آپ اپنی کسرشان متصور نہ فرماویں اور انشاء اللہ تعالے آپکا مقابل فریق نہایت ادب اور تہذیب سے پیش آئیگا اور بالکلیہ آپکے اعزاز و تکریم کو ملحوظ رکھیگا۔ مگر حافظ صاحب نے برطبق مثل مشہور ایک نہ شد دو شد ایک نہ مانی اور بہرحال انکار ہی کو کام فرمایا۔ بالآخر یہہ بھی کہا گیا کہ سلف صالحین میں بھی ہمیشہ اختلاف کا سلسلہ قائم رہا ہے اور آئمہ مجتہدین اور اُنکے شاگردوں میں سے باہم احقاق حق اور ابطال باطل کی غرض سے باہمی مباحثات ہوتے رہے ہیں پھر اس میں کس جانب کی کسرشان اور کس طرف کی سوء ادبی خیال کی جا سکتی ہے۔ آپ اس عذر خام کو جانے دیں اور مسئلہ متنازعہ فیہ کا تصفیہ کر لیں مگر حافظ صاحب کی طرف سے بجز انکار دیگر ہیچ۔

آخر لوگوں کی سخت اصرار اور استبداد اور تضحیک کی وجہ سے حافظ صاحب کو مجبور ہونا پڑا۔ اور بمجبوری اپنے دو شاگردوں (میاں ابراہیم سیالکوٹی اور میاں محمد نذیر مذبانوالیہ) کو طلب فرمایا لیکن چونکہ یہہ دو شخص حافظ صاحب کے علم میں تقابل کی جہت سے نا قابل متصور تھے۔ حافظ صاحب کو اُنکے پیش کرنے میں تأمل ہوا اور اسپر یہہ عذر خام تراشا گیا کہ راجہ عطاء اللہ خانصاحب اسجگہ نہیں ہیں اور ہماری طرف سے یہہ ضروری شرط ہے کہ انکی سرپرستی سے یہہ جلسہ منعقد ہو۔ پس اُنکے آنے تک مباحثہ ملتوی کیا جائے۔ اسپر شہر کے بعض عمائد نے حفظ امن اور انتظام کی ذمہ واری اُٹھانے سے حافظ صاحب کے اس عذر خام کو بھی توڑ دیا تب بحکم قہر درویش برجان درویش حافظ صاحب کو چار ناچار یہہ غم و غصہ برداشت کرنا پڑا اور میاں ہدایت اللہ صاحب امام مسجد راولپنڈی

کو اپنے خاص فرزند ارجمند میاں عبد القادر صاحب* کو بھیجکر بلوایا اور پھر ان تینوں شخصوں کو اپنی طرف سے بطور فدیہ پیش کیا اور انکے سوا کئی اور آدمی بھی اپنے فریق کے بیچ بلا خطرۂ ایمان طلب کئے اور وہ حافظ صاحب کی طرف سے حاضر جلسہ ہوتے رہے۔ ان واقعات کے متعلق جو کچھ ہمارے اور حافظ صاحب کے درمیان خط و کتابت ہوئی وہ بوجہ تطویل اور لاطائل ہونے کے اس مقام میں درج نہیں کی گئی۔ اس جلسہ کے انتظام اور حفظ امن کے لئے عمائد اور روساء شہر میں سے اصحاب ذیل مقرر ہوئے (۱) ملک عمر بخش صاحب رئیس وزیر آباد (۲) چودہری بوٹے خاں صاحب رئیس وزیر آباد (۳) حافظ غلام رسول صاحب سوداگر رئیس وزیر آباد (۴) شیخ محمد بخش صاحب سوداگر و سابق ممبر کمیٹی رئیس وزیر آباد (۵) بابو غلام مصطفےٰ صاحب ٹھیکیدار رئیس وزیر آباد۔

اور انعقاد جلسہ ہذا کے لئے مکان ملک عمر بخش صاحب کا خاص سکونتی مکان مقرر ہوا۔ اور مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۸ء کو بوقت ۱۰ بجے دن کے مکان مذکورہ میں جلسہ منعقد ہوا اور بہت سی لیت و لعل کے بعد کارروائی شروع ہوئی۔

حافظ صاحب اور انکی جماعت کی طرف سے مولوی ہدایت احمد صاحب اور فریق ثانی کی طرف سے خاکسار (یعنے ابو یوسف محمد مبارک علی) مباحث مقرر ہوئے۔

مولوی صاحب موصوف نے آتے ہی اپنے رنگ دکھانے شروع کردئے۔ اول تو حافظ صاحب کی موکلیّت اور اپنی وکالت سے انکار کیا اور خود براسہ مباحث اور مختار مطلق بنکر سابق کارروائی یعنے حافظ صاحب کے تمام ساختہ پرداختہ پر پانی پھیرنے کی جرأت کی اور فرمایا کہ مباحثہ کی کل کارروائی از سر نو شروع ہوگی۔ اور سابقہ شرط شروط اور معاہدات کا کوئی لحاظ نہ کیا جائیگا۔ اسپر ہماری طرف سے سوائے تسلیم کے اور کوئی عذر پیش نہ ہوا۔ لیکن یہہ بات پیش کی گئی کہ فریقین میں سے

* میاں عبد القادر صاحب حافظ صاحب کے ویسے ہی فرزند ہیں جیسے حضرت مسیحؑ یوسف نجار کے بیٹے تھے یعنی یہ میاں صاحب حضرت حافظ صاحب کی گود میں ملے اور انکی والدہ صاحبہ کے حافظ صاحب کے نکاح میں آجانے کی وجہ سے حافظ صاحب موصوف کے فرزند کہلاتے ہیں پر اگر اس جگہ صرف وجہ مذکور کے سبب سے فرزند کہلانا جائز ہے تو حضرت مسیحؑ کو حقیقی بیٹے لفظ کیوں محل اعتراض سمجھا گیا ہے کیا یہی وجہ وہاں نہیں پائی جاتی؟ ذرا انجیل کھولکر دیکھو۔ منہ

سوائے مناظرین کے دوسرے شخص کو بولنے یا تقریر کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا اور یہہ امر تراضی فریقین تسلیم ہو کر طے ہو چکا۔ اسکے بعد مفصلہ ذیل شرائط ہماری طرف سے بغرض تصدیق و تسلیم فریقین پیش ہوئیں۔

شرائط مباحثہ

(۱) ثبوت دعوے کے لئے دلائل قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ہوں۔

(۲) تفسیر قرآن اولاً قرآن شریف اور ثانیاً حدیث صحیح مرفوع متصل اور ثالثاً اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم یا لغت عرب مثل صراح و تاج العروس وغیرہ مستند کتابوں سے ہو۔

(۳) اول مسئلہ حیات و ممات مسیح ابن مریم رسول اللہ پر گفتگو شروع ہو اور بعد میں کوئی اور مسئلہ شروع کیا جائے۔ دوران گفتگو میں کوئی غیر متعلق امر بطور خلط مبحث شروع نہ کیا جائے۔

(۴) مناظر کے سوا دوسرے کو بولنے یا تقریر کرنے کی اجازت نہ ہو۔ ہاں معاون بذریعہ تحریر یا پرائیویٹ طور پر اعانت کر سکتا ہے۔

(۵) ہر ایک مناظر کے لئے وقت محدود ہو۔ یعنے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔

(۶) سائل کے سوال کا جواب دینے کے بعد دوسرا فریق سائل بنے یعنے سوال در سوال نہ ہو۔

(۷) سائل مسئول دونوں کا سوال و جواب تحریر ہو کر عام جلسہ میں سنایا جائے اور اسپر ممبران جلسہ کے دستخط ہو جائیں۔

(۸) فریقین کی دستخطی پرچے بعد تصدیق فریقین ایک دوسرے کے حوالے کئے جائیں۔

(۹) جو فریق ان شرائط مذکورہ بالا کی خلاف ورزی کرے گریز اسکی طرف سے سمجھی جائیگی۔

اگرچہ یہہ پیش کردہ شرائط حافظ صاحب پہلے ہی سے تسلیم کر چکے تھے مگر مولوی ہدایت احمد صاحب نے شرط اول اور شرط ثالث میں اختلاف کیا اور شرط اول میں یہہ ترمیم فرمائی کہ دلائل میں اجماع امت بھی داخل ہونا چاہئے۔ ہماری طرف سے یہہ عذر پیش ہوا کہ قرآن و حدیث کے برخلاف کوئی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو بھی تو قابل اعتبار نہیں پھر اس لفظ کے ایزاد کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اسپر مولوی صاحب موصوف نے نہایت اصرار کیا اور بہت ہی چین بجبین اور خشمگین ہو کر کہا۔ کہ یہہ

ضروری شرط ہی اسپر لفظ اجماع صحابہ یا دہ کیا گیا۔ اور تیسری شرط پر تو آپ الیسے اڑے کہ نفس شرط ہی کو تمام ابحاث اور مسائل کا موضوع ٹھیرادیا اور اسپر ایک بے سود بحث شروع کردی اور اس لاطایل جھگڑے میں ہمارے عزیز وقت کا خون کردیا اور اس سے غرض آپکی صرف اصل مسئلہ پر نہ آنا اور وقت کو ٹالنا اور اپنے فریق مخالف کا اصل مسئلہ سے رُخ پھیرنا تہا جیسا کہ روئیداد جلسہ سے ثابت ہوجائیگا۔

تیسری شرط کی عدم قبولیت پر مولوی صاحب نے از حد زور دیا اور لاطایل اور غیر مقصودی جھگڑوں کی طرف رُخ کرکے جھوٹے الزاموں کی بنا پر کبھی حضرت مرزا صاحب کے عقاید کی نسبت بحث اُٹھائی اور کبھی کوئی حیلہ اور کبھی کوئی بہانہ پیش کیا اور قابل نفرت اور حیرت انگیز متلون مزاجی اور کج ادائی اور کج خلقی اور بے ثباتی اور بات بات میں اضطرابی ظاہر کرنے سے حاضرین جلسہ کو پریشان خاطر اور بدمزہ کردیا آخر اس شرط کے متعلق یعنی اپنے الزامات اور مسئلہ حیات و ممات میں تقدم کی وجہ پر بحث چھیڑدی اور بار بار لفظ تلازم کو اپنی جائے پناہ تصور کرکے کافی جواب حاصل ہونے پر بھی سوال پر سوال کرتے ہوئے چلے گئے جسکا خاکسار کو مجبوراً جواب دینا پڑا۔

دوسرے روز یعنے ۴ ستمبر ۱۸۹۵ء کو ہمارا فریق بدستور سابق علے الصباح ہی مکان جلسہ پر حاضر ہوگیا اور اپنی مقررجگہ پر بیٹھ کر خاکسار نے بحاضری اہل جلسہ اُس سوال کا جواب لکھنا شروع کردیا جو ۳ ستمبر ۱۸۹۵ء کو بغرض حصول جواب مولوی صاحب کی طرف سے لکھوایا گیا تھا۔

قریباً ایک گھنٹہ یا کچھ زیادہ کے بعد مولوی صاحب موصوف معہ اپنے معاونوں کے تشریف لائے اور مکان میں فرش ہونے کی وجہ سے سخت افروختہ ہوئے اور صاحب مکان پر بہت سا غصہ ظاہر کیا اور یہہ لفظ فرمائے کہ فرش کے نہ ہونے سے ہماری سخت توہین کی گئی ہے ہم کہاں بیٹھیں صاحب مکان نے عرض کیا کہ بار بار بلانے پر بھی آپکی طرف سے جلسہ میں تشریف لانے میں تاخیر ہوئی اس وجہ سے فرش کرنے میں بھی تاخیر ہوگئی اور اسکی غالب وجہ یہی تھی کہ آپکی تشریف آوری کی نسبت آج مایوسی تھی۔ اسپر حضرت مولانا اور بھی برہم اور افروختہ ہوئے۔ آخر فرش کیا گیا اور آپکو باعزاز و احترام بٹھلایا گیا۔ اور کارروائی شروع کرنے کے لئے درخواست کی گئی۔ پھر آپنے یہہ عذر اُٹھایا کہ فلان صاحب ابھی

تشریف نہیں لائے۔ فلاں ممبر صاحب ابھی حاضر نہیں ہوئے۔ اس لئے کارروائی ابھی شروع نہیں ہوسکتی اسپر ممبران حاضر شدہ نے عرض کیا کہ صرف ایک دو شخص کے نہ آنے سے کارروائی بند نہ ہونی چاہئے۔ اسقدر لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں اُنکے عزیز اوقات کا ضایع کرنا مناسب نہیں اس جلسہ میں اتفاقاً آج کے دن **جناب بابو سراج الدین صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات سرکاری ضلع گوجرانوالہ** بھی تشریف لائے ہوئے تھے اُنہوں نے بھی مولوی صاحب کو بھی سفارش کرنے کے لئے کہ کارروائی شروع ہونی چاہئے باادب خطاب کیا۔ چونکہ بابو صاحب موصوف صورت اور لباس میں کسی قدر عام مسلمانوں کی نسبت تبدیلی رکھتے تھے یعنے کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے اور اسپر ترکی ٹوپی۔ مولوی صاحب موصوف کو اُنکی نسبت دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی اور اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے اُن سہان الفاظ کے ساتھ مخاطب ہوئے (**ایہہ کیوں بولدا ہے میں ایہو جہیاں مکروہ شکلاں ویکھنیاں نہیں چاہوندا**) مولوی صاحب موصوف کے ان پر تہذیب الفاظ سے (جو آپکی کریم النفسی اور حسن اخلاق کا نتیجہ تھے) جو شکستہ دلی اور بیزاری بابو صاحب موصوف کو ہوئی اُسکا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مگر صاحب خانہ اور حاضرین جلسہ کو بہت ہی بدمزگی اور سبکی حاصل ہوئی اور ملک عمر بخش صاحب نے بالمشافہ مولوی صاحب کو یہہ کہا کہ اسوقت آپکا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر فریق ثانی میں سے کوئی ایسی ناجائز حرکت اور بیجا دل آزاری کرتا تو اسی وقت مجلس سے باہر نکالدیا جاتا اب آپ آیندہ ذرا احتیاط سے بولا کریں۔ اور بابو صاحب موصوف یہہ لفظ کہتے ہوئے کہ یہہ شخص مولوی ہے یا **گدھا** جلسہ سے رخصت ہوئے۔

چونکہ مولوی صاحب بہت ہی بگڑے دل تھے اور آپکو کسی صورت میں بھی آدمیوں کی طرح بولنا منظور نہ تھا اور نہ آپ میں سمائی کی گنجائش ہی تھی اس لئے ہمارے مقابلہ میں مولوی صاحب کی طرف سے تقریر لکھانے اور سنانے کے لئے بخلاف شرط **مُلا ضرادی** یعنے میاں ابراہیم صاحب سیالکوٹی کھڑے ہوگئے۔ اور بلا منظوری فریق مقابل آپکی وکالت کرنے لگے اور ہمنے

اپنا جواب لکھنا شروع کیا۔ چونکہ جواب کافی وافی تہا اور اُس کے سننے کے بعد مولوی صاحب کو فضول جھگڑا اُٹھانے کے لئے کوئی گنجایش باقی نہ رہی تھی اس لئے اُنہوں نے ایک اور نیا حیلہ پیش کردیا۔ اور وہ یہہ کہ فریقین کے مباحثات پر رائے دینے کے لئے ایک جلیل القدر عالم منصف مقرر ہونا چاہئے۔ اسکا یہہ جواب دیا گیا۔ کہ ایسے عالم کا اس وقت ملنا جو فریقین کے انصاف کا ذمہ وار اور معتمد علیہ ہو محالات میں سے ہے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ یا حضرت مسیح الزمان کے مخالف فریق سے ہوگا یا موافق فریق سے۔ پس مخالف کا ہمکو اعتبار نہیں اور موافق پر آپکو اعتماد نہیں۔ اور اصل امر یہہ ہے کہ سوائے مخلصین اور مریدین علما کے حضرت مرزا صاحب کے مشن کے تمام فرقے مخالف ہیں۔ کیا مقلد کیا غیر مقلد اور کیا شیعہ وغیرہ۔ پس اس لحاظ سے کسیکو منصف نہیں بنا سکتے اور اپنے انصاف کو پبلک پر چھوڑتے ہیں۔ پبلک خود فیصلہ کریگی۔ آخر پبلک میں بھی تو اہل علم و انصاف موجود ہیں سارے جاہل اور بد دیانت ہی تو نہیں۔ مگر مولوی صاحب کو اسپر کہاں قناعت۔ آخر جلسہ کے برخواست ہونے کے بعد اپنی خانگی کمیٹی سے میاں ابراہیم اور حافظ عبد المنان صاحب کو **مولوی غلام قادر صاحب** بھیروی کی خدمت میں جو اتفاقاً ان دنوں میں وزیر آباد میں آئے ہوئے تھے اور راجہ عطاء اللہ خاں صاحب کے سمن میں فروکش تھے بھیجا اور یہہ درخواست کی کہ آپ ہماری طرف سے منصفی قبول کریں۔ اور **مرزائیوں کے پنجہ سے ہمیں چھوڑائیں**۔ مولوی صاحب موصوف نے پہلے تو حافظ صاحب کے مذہب کے متعلق کچھہ دریافت فرمایا اور بعد میں اس منصفی سے انکار کیا اور کچھہ سخت سست بھی کہا جس کا اس محل پر بیان کرنا محض بے محل ہے مگر یہہ ساری خفت جو حافظ صاحب کو اس موقع پر نصیب ہوتی خدا تعالٰے کے **فرستادہ** کے انکار اور عداوت کا نتیجہ ہے یہہ وہی مولوی صاحب تھے جنہوں نے سیالکوٹ کے **وہابی غدر** یا بغاوت میں

بغدادی اکھاڑہ میں جو پیر بہاول شہید کی مزار کے متصل میدان میں قایم ہوا تھا ضمضما آفاقی
اور سنان بغدادی سے آپکا اور آپکے ہمخیال مولویوں کا خون بہایا اور خاک اڑایا تھا پس اسوقت انکی پناہ لینا اور
انہیں اپنا ماوا اور ملجا قرار دینا کسقدر قابل شرم حرکت ہے اور پھر اسپر بیاب بھی نہ ہو یہہ اور غیرت سے مرجانیکا مقام ہے۔
اصل بات یہہ ہے کہ جو لوگ بار گاہ ربتعالی عزاسمہٗ کی بارگاہ کو چھوڑ کر ادہر اودہر مارے مارے پھرتے ہیں وہ کہیں بھی
عزت حاصل نہیں کرتے ۔ عزیزیکہ از در گہش سر بتافت ہر بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت ۔ خیر بارے
پس ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت ۔ آخر مولوی ہدایت اللہ صاحب کی یہہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی ۔ دو ستمبر
یعنے ۵ ستمبر ۱۸۹۵ء کو اپنی ملازم کا جھگڑا تو چھوڑا اگرچہ سختی کے طور پر بیجا حضرت مسیح کی حیات جسمانی کے ثابت کرنے کے
حضرت مرزا صاحب کی تصانیف میں سے بعض عبارات پر مفتریانہ اور رخنیانہ طریق سے بیہودہ اعتراض کرنے
شروع کر دیئے اور سخت سے سخت ناجایز اور قابل شرم حملے کئے اور راستی اور افتراپردازی کی خوب ہی گرم بازاری
دکھلائی ۔ غرض اصل مقصود سے بہرحال اپنے آپکو بچا گئے ۔ پھر ماشاء اللہ چشم بد دور آپکے داہنے وزیر میاں ابراہیم صاحب
آپکو ایسے ملے کہ بات بات میں آپکا گلا گھونٹتے تھے اور آپکی غلطیاں نکالتے اور آپ پر نکتہ چینیاں کرتے تھے
اور ہمنے یہہ بھی معتبر ذرایع سے سنا ہے کہ حافظ صاحب کے پاس جاکر آپکے فریق میں ہر روز جوتیوں میں دال بٹتی تھی
کوئی کہتا تھا کہ مولوی ہدایت اللہ صاحب قطعاً مباحثہ کرنے کے لایق نہیں ہیں انہیں آیندہ پیش نہیں کرنا چاہیئے
اور کوئی کہتا کہ یہہ بہت ناجایز الفاظ بولتے ہیں اور بات بات میں افروختہ ہو جاتے ہیں ۔ غرضکہ آپ بہرحال
اپنے فریق میں ناقابل ثابت ہوئے ہیں ۔ فالحمد للہ علی ذلک ۔

اب رہے میاں ‡ ابراہیم صاحب سو انہوں نے بھی اگرچہ از حد افزوں زور لگایا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر
حاضرین کے کان کہائے ۔ مگر سوائے چند بیہودہ اور خلاف واقعہ اعتراضوں کے جو اپنی جہالت اور
نافہمی کی وجہ سے انہوں نے لکھوائے ۔ اُن سے بھی کچھہ بن نہ پڑا اور اپنے مضمون کے آخری حصہ میں یہہ بیجا
اور ناجایز کیگیا دینے والی خلاف ایمان شرط ایجاد فرمائی ۔ کہ قرآن کریم کی تفسیر کسی صحیح
حدیث کے خلاف منظور نہ ہو گی ۔ چونکہ یہہ شرط سخت ملحدانہ اصول کی بنا پر تھی

* یہہ اس اشتہار کا نام ہے جو غیر مقلدین کے مقابل میں مولوی صاحب موصوف نے انہی دنوں میں جاری کیا تھا جسکے اثر سے یہہ لوگ مسجد سے نکالے گئے ہے ۔ اور سفیر جلائی گئیں اور اونٹے توڑے گئے تھے ۔ منہ

‡ اخویم شیخ نیاز احمد صاحب نے ان میاں صاحب کو مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ہر روز رات کو اپنے وعظ میں حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں ۔ اب اس جگہ کیوں کوئی انکی حیات جسمانی کا ثبوت پیش نہیں کرتے تو اسکے بجواب شیخ صاحب موصوف یہہ فرمایا کہ اہل علم کے سامنے حیات مسیح کو ثابت کرنا مشکل ہے ہم میاں صاحب موصوف کی اس منصفانہ راستی کا شکریہ ادا کرتے ہیں ۔ ابو یوسف

اور قرآن کریم پر محض تحکم کی راہ سے یہہ شرط وضع کی گئی تھی - کیونکہ حدیث کو یہہ مرتبہ حاصل نہیں - کہ وہ قرآن کریم پر حاکم یا قاضی ہو سکے - بلکہ حدیث کی صحت کے لئے قرآن کریم کو کامل معیار ٹھہرایا گیا ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ وہی حدیث صحیح مانی جائیگی جو قرآن کریم کے موافق ہوگی - کیونکہ قرآن کریم وحی متلو ہے اور حدیث غیر متلو - اور حدیث کی صحت روایتہً ہی ظن غالب کے درجہ تک ہے نہ قطعی اور یقینی کیونکہ روایت انسانی خیالات کی دستبرد سے محفوظ نہیں پس ضرور ہوا کہ حدیث کو بہرکیف بصورت مخالف قرآن کریم کے موافق کیا جائے نہ بالعکس اسلئے ہماری طرف سے پہلی شرط میں یہہ ترمیم ہوئی کہ ثبوت دعوی کے لئے دلائل نصوص قطعیہ قرآنیہ الخ سے ہوں - اور ایک شرط اور ایزاد کی گئی اور وہ یہہ کہ کسی حدیث کے معنے خلاف نصوص قرآنیہ تسلیم نہ کئے جائینگے - پس اس ترمیم اور اس شرط کے ایزاد نے مولوی ہدایت اللہ صاحب کا سارا تانا بانا اُدھیڑ دیا اور آپکی ساری چالاکیاں خاک میں ملگئیں اور آپکی دیانت وامانت کا پردہ کھل گیا اور اس ترمیم سے ایسے گھبرائے اور ایسے اُکھڑے کہ پھر آپکے پاؤں جمنے نہ پائے -

چنانچہ جب بجبر و اکراہ ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء کو آپ اصل مسئلہ یعنی حیات و ممات مسیح میں گفتگو کرنے کے لئے حاضر جلسہ ہوئے تو آپنے باربار علی رؤس الاشہاد یہی عذر پیش کیا کہ قطعی کا لفظ کیوں بڑھایا گیا ہے اور ایک شرط کیوں زیادہ کی گئی ہے آخر آپکی جماعت کے بعض خاص افراد نے آپکے اس اعتراض کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور یہہ بھی کہدیا کہ اگر آپکے پاس حضرت مسیح کی حیات جسمانی کے قطعی دلائل ہیں تو آپکو حق میں یہہ لفظ کیا مضر ہے اور اگر قطعی ثبوت نہیں تو پھر آپ یہہ بیجا جھگڑا اور محض ضد کیوں لئے بیٹھے ہیں - اس لفظ سے آپ لال پیلے تو بیشک ہوئے مگر راستی کا جواب ہی کیا تھا - آخر آپنے خلاف شرائط تفسیروں کو پیش کرنا شروع کردیا اور زید و عمر و بکر وغیرہ کے اقوال کو متمسک بہ قرار دینے لگے تب یہی کہا گیا - کہ آپ قطعی دلائل یعنی قرآن و حدیث سے حیات جسمانی ثابت کریں اور تفاسیر کے حوالے پیش نہ کریں اور نہ ہم یہہ سننے چاہتے ہیں کیونکہ تفاسیر کے مختلف اقوال میں کوئی معتد بہ قول بطور قول فیصل کے مذکور نہیں پس اس سے سوائے تضیع اوقات کے اور کچھہ حاصل نہیں اور یہہ بھی کہا گیا تھا کہ آپکی حرکات اور قرائن سے یہی پایا جاتا تھا کہ آپ صرف عوام کو دہوکا دینے کے لئے مختلف تفاسیر سے بعض متاخرین کی رائیں اس مسئلہ کے متعلق

لکھوانا چاہتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے حق کا خون اور انصاف کا ستیاناس کرنا آپکا مقصود ہے۔ لہذا آپنے شرائط کی تبدیلی کا الزام ہمپر لگایا اور اس بہانہ سے پیچھا چھڑوانا چاہا۔ پھر اُسدن خلاف اقرار خود یہہ عذر خام بھی پیش کیا کہ میں حافظ عبد المنان صاحب کی وکالت کرتا ہوں جو ثبوت وہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور جس طرح اُنکے سامنے بات قرار پاچکی ہے اس مسئلہ کے متعلق میں ثبوت پیش کرونگا۔ میں اسمیں اپنی ذاتی رائے کو دخل نہیں دیتا افسوس آپکو اُسدن اپنا پہلا بیان بھول گیا اور بر طبق مثل مشہور دروغگو را حافظہ نباشد یہاں خود بخود حافظ صاحب کی وکالت کا اقرار کرنا پڑ گیا۔ مگر سچ ہے (مرتی کیا نہ کرتی) اقرار نہ کرتے تو اور کرتے کیا؟ اُنہیں اپنی موت بھی تو سامنے نظر آتی تھی۔ وہ خوب جانتے تھے کہ مسیح کی حیات جسمانی ثابت کرتے کرتے اپنی وفات ہو جائیگی۔ اور یہی ایک ڈر تھا جو اُنہیں اس طرف آنے سے روکتا تھا۔ آخر مولوی ہدایت اللہ صاحب اور اُنکے معاونین بحث ہزیمت کے بعد مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر ففروا الی اللہ تو نہیں۔ مگر ففروا الی بیوتہم ہو گئے تب ہمنے اُنکے اعتراضات کا جواب لکھکر ممبران جلسہ کے آگے پیش کر دیا اور اُنکے سب پرچوں پر دستخط کرائے گئے۔ ہاں اُنکے بعد ایک ملا ہزاروی صاحب نے کچھ حرکت کی۔ مگر وہ عربی خط کے جواب پر (جس میں حیات مسیح کے اثبات کا مطالبہ تھا) وہ ایسے خاموش ہوئے کہ تا ہنوز صدائے برنخواست کا معاملہ درپیش ہے۔

بالآخر ہم ممبران جلسہ اور اُنکے حسن انتظام کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خصوصاً ملک عمر بخش صاحب کے تہ دل سے مشکور ہیں کہ اُنہوں نے نہایت نیک نیتی اور فراخ دلی سے اس دینی خدمت کے لئے اپنا خاص سکونتی مکان مرحمت فرمایا اور اہل جلسہ سے عموماً اور مولوی صاحبان سے خصوصاً نہایت خوش اسلوبی اور کریمانہ برتاؤ سے پیش آئے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

الراقم کمترین خدام حضرت مسیح موعود علیہ السلام
خاکسار ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ بیان مندرجہ بالا صحیح ہے۔ محمد بخش سوداگر وزیر آباد بقلم خود۔

حافظ غلام رسول سوداگر بقلم خود — بوٹا خاں بقلم خود — عمر بخش ککےزئی بقلم خود

نمبر ۲ | ۱۹۰۳ء

مباحثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

مولوی ہدایت اللہ صاحب - آپ پر اپنے پیر مرزا صاحب کا قول حجت ہے یا نہیں -

ابو یوسف - باسمہ سبحانہ - ہمارے نزدیک حجج شرعیہ صرف قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ ہیں - حضرت مرزا صاحب کا کلام امور متنازعہ فیہا میں داخل ہے وہ حجج شرعیہ سے نہیں ہو سکتا حجج شرعیہ میں سے وہ کلام ہے جو فریقین کے مسلمات میں سے ہو -

مولوی ہدایت اللہ - آپ میرے سوال کا جواب اتنا لکھیں کہ حجت ہے یا نہیں -

ابو یوسف - میرے نزدیک حجج شرعیہ میں سے نہیں ہے کیونکہ مسلمات صرف قرآن اور حدیث صحیح مرفوع متصل ہے -

مولوی ہدایت اللہ - بحث کیا مقرر ہونا چاہیئے -

ابو یوسف - ہمارے اہم شرائط میں سے یہی ہے کہ بحث اول مسئلہ حیات و ممات پر ہونی چاہیئے کیونکہ یہی مسئلہ تمام اختلافات کی جڑھ ہے اور سب اسکی شاخیں - حضرت مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق ہم جواب دینے کے ذمہ دار نہیں وہ بفضلہ تعالیٰ خود زندہ موجود ہیں - انسے جاکر دریافت فرمالیجئے -

مولوی ہدایت اللہ - مسئلہ حیات و ممات مسیح اور دیگر خیالات متنازعہ فیہا میں تلازم کی کیا وجہ ہے جس کے سبب سے آپنے باقی کو فرع اور اسکو جڑھ قرار دیا ہے -

ابو یوسف - حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی بنا اسی ایک مسئلہ سے شروع ہوتی ہے اور یہہ مسئلہ جانبین سے بطور دلائل کے پیش ہوتا ہے خواہ عدمی طور پر یا ثبوتی - اور دلیل اصل ہوتی ہے اور دعوے فرع - اور تلازم اصل اور فرع میں یہہ ہوتا ہے کہ اصل کے علم سے فرع کا علم

بالتبع لازم آتا ہی۔ پس ثبوت حیات مسیحؑ سے نزول مسیحؑ اور ثبوت وفات مسیحؑ سے عدم نزول ثابت
ہوتا ہے اور باقی مسائل صرف ضد کی بنا پر ہیں نہ مقصود ہی۔ اور آپ یہہ بفائدہ سوال در سوال
کیوں کئے جاتے ہیں مختصر جواب دیجئے کہ آپ مسئلہ حیات و ممات پر بحث کرینگے یا نہیں دو حرفی جواب ہو۔

مولوی ہدایت اللہ۔ یہہ تلازم مذکور کا جواب نہیں ہی آگے بطور کلی سوال کیا گیا تھا۔ اب
اسکو جزئی کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے کہ مسئلہ حیات و ممات مسیحؑ میں اور انکار معجزات عیسوی مثبتہ
قرآن اور انکار معراج جسمانی میں تلازم کی کیا وجہ ہے۔

ابو یوسف ۔ آپنے اصل اور فرع میں تلازم پوچھا تھا وہ میں نے تبلا دیا۔ ہمارے نزدیک یہہ محض فضول
سوال ہیں اور اُنکو اصل مقصود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے آپنے میری سوال کا جواب نہیں دیا۔ ناحق کُلی
جزی کا جھگڑا لے بیٹھے۔ یہاں آپکو اشکال منطقیہ حل کرنا ہے یا کلیات جزئیات کی بحث۔ یا قرآن
وحدیث سے مسئلہ حیات و ممات مسیحؑ کے اثبات کی ضرورت ہی۔
انکار معجزات وغیرہ یہہ سب افترا اور فضولیات ہیں یہہ مسائل میں سے نہیں یہہ صرف غیر متعلق باتیں
ہیں اور انکار معراج جسمانی کا فیصلہ پہلے آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ سے کر لیجئے
پھر ہم سے اُلجھنا۔ اگر آپ ایسی سوال کرتے جاینگے جنکی اصل غرض صرف اصل مسئلہ سے پہلو تہی کرنا ہی
تو پھر یہہ بحث ختم ہو چکی۔ ہم جواب نہ دینگے۔ آپ صرف یہہ تبلائیے کہ حضرت مسیحؑ کی حیات و ممات
پر آپ بحث کرینگے یا نہیں۔

مولوی ہدایت اللہ۔ اصل سوال صرف اتنا تھا کہ مسئلہ حیات و ممات مسیحؑ اور باقی مسائل
متنازعہ فیہا میں تلازم کی کیا وجہ ہے جس کے سبب سے آپنے پہلے مسئلہ حیات و ممات کو جڑ اور باقی
کو فرع بنایا ہے۔ دوبارہ اس سوال کو تشریح کے لئے دو امر متنازعہ فیہ (انکار معجزات عیسوی اور
معراج جسمانی) کا نام لیکر بھی تبلایا گیا پھر بھی آپنے جواب تلازم مذکور کا نہیں دیا۔ اور خود بات کا
جواب چھوڑ کر حواشی کی طرف نکل جاتے ہیں اور بار بار یہی لکھتے ہیں کہ آپ مسئلہ حیات و ممات
میں بحث کرینگے یا نہیں۔ آپ جب تک مسئلہ حیات و ممات کی بحث کو دیگر مسائل کی بحث پر

متقدم کرنے کی وجہ بیان نکرلیں اور وجہ مذکور تمام نہ ہو لیوے تب تک آپ دوبارہ سہ بارہ اس
مسئلہ حیات وممات کا سوال نہ لکھتے جائیں آپ پہلے وجہ تقدیم کو پورا پورا بیان کرلیں پھر سوال کریں

ابو یوسف - میں افسوس کرتا ہوں کہ آپنے میرے سابق جوابوں پر پوری پوری غور نہیں کی -
اور خواہ نخواہ جواب نہ پانے کی شکایت فرماتے ہیں میں اپنے جواب کے دوسرے حصہ میں بالصراحت
لکھہ دیا ہے کہ باقی امور متنازعہ فیہا جنکو آپ مسئلہ حیات وممات کے ساتھہ ملا کر انہیں تلازم کے سایل ہیں
یہہ مسایل ہی نہیں اور نہ یہہ ہمارے مسلمات میں سے ہیں یہہ صرف آپکے افترآت ہیں - ہمارے مسلمات میں سے
حضرت مسیح کی وفات اور مسئلہ نزول مسیح ہے اور ان دونوں مسئلوں کا میں تلازم بطور اصل اور
فرع کے مدلل طور پر بیان کر چکا ہوں اب اسکو آپ چاہیں مانیں یا نہ مانیں کیونکہ یہہ تلازم بدیہی ہے نہ نظری
پس اسمیں خواہ مخواہ اڑنا دفع الوقتی نہیں تو اور کیا ہے میں اپنے سابق جواب میں تصریح لکھہ چکا
ہوں کہ یہہ امور یعنی انکار معجزات مسیح اور انکار معراج صرف خانہ ساز الزامات ہیں اسکے سوا اور بھی
بہت سے امور ہیں جن کو میں آپکے اشتہار میں پڑھ چکا ہوں وہ صرف غائبانہ افترا ہیں نہ کچھہ اور یہہ امور
اور انکے سوا جو کچھہ آپکے سینہ مبارک میں مخفی ہیں ہمارے مسلمات میں سے نہیں اور نہ ہم انکو مسئلہ
حیات وممات وصعود بجسدہ العنصری کا فرع قرار دیتے ہیں انکو ہم محض فضولیات اور بہتانات کی مد میں
داخل کرتے ہیں -

حضرت مولانا میں بادب ملتمس ہوں کہ آپ میرے سابق جواب کو پھر دوبارہ غور سے پڑھیں میں
حیات وممات اور نزول کو اصل اور فرع ٹھیرایا ہے اور اب ساتھہ ہی صعود بجسدہ العنصری کو بھی شامل
کرتا ہوں یہہ دونوں امر یعنے حیات وممات اور صعود بجسدہ العنصری آپکے ادعای نزول کے لئے
اصل ہیں اور وہ فرع - اس میں میرا بیان کردہ تلازم متحقق ہے -

اب میں صفائی بیان کے لئے پھر دوبارہ تقریر کرتا ہوں آپ بغور سنیں یہہ ثابت شدہ امر ہے
کہ نزول کی بحث کیوقت لابدی طور پر حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کی وفات اور عدم
صعود بجسدہ العنصری کا ذکر آپکے فریق مخالف کی طرف سے بطور دلائل کے پیش ہونا ضروری ہے -

اور یہہ مسلم امر ہے کہ دلیل ہمیشہ دعوی پر مقدم ہوتی ہے - آپ ہی تو بحث نزول میں اثبات نزول کے لئے
حیات مسیح اور صعود بجسدہ العنصری کو بطور دلائل کے پیش کرتے ہیں جو دراصل دعوی ہی کے رنگ میں ہے
مگر تاہم یہہ تو ثابت ہو گیا کہ مسئلہ حیات و ممات مسئلہ نزول کے لئے بطور دلائل کے ہے - پس دلیل
دعوی پر ہمیشہ مقدم ہوتی ہے اور جو چیز مقدم ہو وہی اصل ہے اور نزول فرع -
اور تلازم کی تقریر یوں ہے کہ علم حیات مسیح اور صعود بجسدہ العنصری سے علم نزول مسیح کا لزوم حاصل
ہوتا ہے اور ایسا ہی علم وفات مسیح اور عدم صعود بجسدہ العنصری سے علم عدم نزول مسیح ۲ - اور یہی
تلازم کی حقیقت ہے -
تلازم کے معنے یہہ ہیں کہ ایک چیز کے وجود یا علم سے دوسری چیز کا وجود یا علم لازم آوے اور اسکی منطقی
تعریف یہہ ہے التلازم بین الشیئین عدم انفکاک احدهما من الآخر یعنے دو چیزوں کے
درمیان تلازم کے یہہ معنی ہیں کہ ایک دوسری سے علمی یا وجودی طور پر جدا نہ ہو سکے - مثلاً قیاس استثنائی
کی پہلی شکل کو دیکھو ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود لکن النهار لیس بموجود
فالشمس لیست بطالعة - پس طلوع شمس مستلزم وجود نہار ہے اور نفی نہار مستلزم نفی طلوع
پس اس شکل کے صغری کی دونوں جزوں یعنی مقدم اور تالی میں باہم لزوم طبعی ہے یعنی ایک کا وجود
مستلزم وجود ثانی ہے اور ایک کی نفی مستلزم نفی ثانی ہے اور مقدم کے مقدم اور تالی کے تالی ہونے
میں تقدم طبعی ہے اس کو گہرے ہیں نفی تالی کی نفی عین مقدم کی ہے اور قیاس استثنائی
میں نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی شرط ہے یعنی استثنا عین مقدم منتج عین تالی کا ہے کا ستلزام
وجود اللازم وجود الملزوم اور استثنا نقیض تالی منتج نقیض مقدم کا لاستلزام عدم
اللازم عدم الملزوم - پس بموجب اس قاعدہ کے اس شکل میں جو نتیجہ پیدا ہوا وہ مسلم ہے -
اب میں آپکو اسی قیاس استثنائی کے ذریعے سے مسئلہ حیات و ممات مسیح و صعود بجسدہ
العنصری کا اصل اور مسئلہ نزول کا فرع ہونا اور ان دونوں باتوں میں تقدم طبعی کا پایا جانا ثابت کر دیتا ہوں
امید ہے کہ آپ غور سے ملاحظہ فرماوینگے اور آئندہ بیہودہ شکایت نہ کرینگے - دیکھو اگر ہم یوں کہیں کہ

اگر مسیحؑ رسول اللہ آسمان پر بجسدہٖ العنصری زندہ موجود ہیں تو وہی کسی آیندہ زمانہ میں آسمان سے نازل ہوگا لیکن یہہ ثابت نہیں کہ وہی آیندہ زمانہ میں بجسدہٖ العنصری آسمان سے نازل ہوگا پس نتیجہ یہہ ہوا۔ یہہ ثابت نہیں کہ مسیحؑ بجسدہٖ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہے +

اب دیکھو اس شکل کے صغری میں مقدم کی تسلیم مستلزم تسلیم تالی ہے اور کبری میں نفی تالی کی منتج نفی عین مقدم کی ہے اور ان دونوں میں تقدم طبعی واقع ہے۔ پس جو طبعاً مقدم ہو اور اسکا علم یا تسلیم مستلزم علم یا تسلیم ثانی کی ہو وہی اصل ہے اور دوسرا فرع۔ اب میں اُمید کرتا ہوں کہ آپکے فہم شریف میں یہہ مسئلہ بخوبی آگیا ہوگا اور اسکو انکار پر آپ مصر نہ ہونگے۔

اور آپکا اپنے سوال میں کُلّی اور جزئی کا لفظ بولنا میرے نزدیک نہایت بے محل ہے اسلئے کہ کلی کا مفہوم مقول علی کثیرین ہوتا ہے اور یہہ مفہوم اپنے لئے افراد کا مقتضی ہے اور جو افراد اسکے لئے فرضی طور پر مقرر کئے گئے ہیں وہ غیر مسلم ہیں۔ دوم یہہ کہ آپنے اپنے سوال میں کسی مفہوم معین کو کلی نہیں ٹھہرایا اور نہ کسی مفہوم کی کلیات کے اقسام کے مطابق تعیین کی ہے۔ پس یہہ لفظ بالکل بے محل ہے۔

علاوہ ازیں انکار معجزات اور انکار معراج کے جزئی ٹھہرانے میں بھی آپنے غلطی کہائی ہے اول یہہ کہ وہ ہمارے مسلمات میں سے نہیں صرف بہتانات ہیں۔ دوم نفس مفہوم معجزہ اور معراج خود کلی ہیں۔ پس اُنکو جزئی کہنا خطا نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر آپ یہہ کہیں کہ ہمنے جزئی حقیقی نہیں کہا بلکہ جزئی اضافی۔ تو یہہ بات آپکے کلام کے منطوق سے ظاہر نہیں۔ پس آیندہ آپ سچ بات کیا کریں۔

پس اب میں بادب ملتمس ہوں کہ اب آپ اصل مقصود کی طرف آویں اور تضییع اوقات کو چھوڑیں۔ یہہ جواب بھی مینے آپکے اصرار کی وجہ سے دیا ہے ورنہ آپنے میرے نزدیک میرے عزیز وقت کا ناحق خون کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اس موجودہ بحث سے عوام کو کچھ فایدہ نہیں اور نہ اُسکی تحت میں کوئی صداقت موجود ہے اگر آپکو اپنی طبع آزمائی کا بہت ہی شوق ہے تو آپ پہلے مقصودی امر کو طے کرلیں بعد میں جس علم میں آپ چاہیں یعنی جو آپ کی ذات شریف میں موجود ہو بحث کرلیں میں

آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اسوقت ان باتوں کا تذکرہ قطعاً غیر متعلق ہے اور نہ حاضرین کو اس سے کچھ حاصل ہوتا ہے یہہ ایک ملّایانہ بحثیں ہیں جو دقیانوسی خیالات کے لوگوں کو پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں مجھے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں یاد ہے کہ ہمارے طلبا کے باہمی مباحثات اور علمی تقاریر کا بڑا موضوع اور مبحث فیہ صرف یہی باتیں تھیں کہ فلاں لفظ کیا صیغہ ہے اور فلاں امر کی کیا تعریف ہے اور کلی کو کلی کیوں کہتے ہیں اور جزئی کو جزئی کیوں۔

اب آپ خود ہی بتلائیں کہ ان باتوں سے حاصل کیا ہے اور اسکے اندر کونسی حقیقت یا صداقت مخفی ہے علاوہ ازیں آپکی جماعت کے مولوی* صاحبان ہر روز اپنے معتقدین کے سامنے صعود مسیح کا مسئلہ بطور وعظ کے بیان کرتے ہیں اور انکے سارے بیان اور وعظ کا لبّ لباب صعود ہی ہوتا ہے اور حضرت مسیح ہر روز رات کو اوپر چڑھائے جاتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ ہمارے سامنے آپ اس مسئلہ کو زیر بحث نہیں لاتے۔ کیا وہ رات ہی کو آسمان پر چڑھ سکتے ہیں اور دن کو نہیں؟ اور اگر آپکو یہہ خیال ہے کہ ہم لوگ کسی دوسرے مسئلہ میں کیوں گفتگو نہیں کرتے جسکو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ حضرت مسیح کی وفات کا تحریری اقرار لکھدیں اور اسکو بحلف موکد فرماویں تو ہم دوسرے مسئلہ میں جس کو آپ چاہیں شروع ہو جاتے ہیں اور اگر یہہ بھی نہ کریں تو کم سے کم حاضرین کے روبرو یہ اقرار کردیں کہ ہمارے پاس حیات مسیح کے کوئی دلایل نہیں ہم صرف تقلیداً اس مسئلہ کو مانتے ہیں نہ تحقیقاً۔ اور اس مسئلہ کی نسبت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ پھر ہم جس مسئلہ میں آپ چاہیں گفتگو کو تیار ہیں۔ اور اگر یہہ بھی آپ نہیں چاہتے تو کم سے کم ہمیں اور ہمارے امام ہمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کافر کہنا چھوڑدیں ان سب صورتوں کے سوا آپکا ہر ایک کام عناد اور حسد اور بغض اور حطام دنیا کے لالچ پر محمول ہوگا۔

آپ لوگ ہر روز اپنی کارروائی یعنے مسیح کا آسمان پر زندہ چڑھ جانا اپنے وعظوں میں بیان کرتے ہیں اور اس سے غرض آپکی صرف عوام کو دھوکا دینا ہے آپکی دیانت اور امانت کا یہی نشان ہے کہ آپ پہلے اس مسئلہ کا ہم سے تصفیہ کرلیں اور پھر جو چاہیں عوام کو سنائیں اندریں صورت آپکی

* ملا عزاری وغیرہ۔

دیانت داری متصور ہوگی اور اسکی برخلاف اسکا مفہوم مخالف -

اب میں بالآخر یہہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ مسیحؑ کی حیات جسمانی اور صعود بجسدہٖ العنصری کا ثبوت دے سکتے ہیں تو دیں ورنہ ہم اپنے گرامی اوقات کو یہاں ضایع کرنا نہیں چاہتے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ کے کاربند ہیں - بالآخر یہہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ ہمنے اس مسئلہ کو لزوم عقلی کے طور پر ثابت کیا ہے مگر درحقیقت اس میں لزوم شرعی پایا جاتا ہے - مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ حضرت مسیح بن مریم رسول اللہ آسمان پر بجسدہٖ العنصری زندہ موجود ہیں تو بموجب نصوص قطعیہ قرآنیہ کے بالضرور انکا رجوع اور اعادہ لازمی ہے دیکھو آیہ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری اور اگر مسیح بدیں صفات آسمان پر زندہ موجود نہیں ہیں تو بموجب نصوص حدیثیہ کے دوسرے مسیح کا نزول لازمی ہے اور یہی لزوم شرعی ہے -

اب میں حاضرین سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے اس جواب کی تحریر پر معذور سمجھیں میںنے صرف مولانا صاحب کے اصرار اور استبداد پر یہہ تقریر لکھی ہے ورنہ میں اسے تضیع اوقات سمجھتا ہوں اور اب میں آپ لوگوں سے بادب ملتمس ہوں کہ آپ بھی حضرت مولانا کو اصل مقصود کی طرف آنے کی توجہ دلائیں اور میری طرف سے مولانا کی خدمت میں بطور سفارش یہہ عرض پیش کردیں والسلام -

خاکسار ابو یوسف محمد مبارک علی - ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء ۱۱ بجے دن کے -

---

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ بیان مندرجہ بالا صحیح ہے

محمد بخش سوداگر وزیر آباد بقلم خود	حافظ غلام رسول سوداگر بقلم خود
بوٹا خاں بقلم خود	عمر بخش نگینہ ساز بقلم خود

مولوی ہدایت اللہ صاحب

مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کل صبح ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کو حسب استدعا چوہدری بوٹے خاں صاحب و ملک عمر بخش صاحب ملازم کے سوال وجواب کو ملتوی رکھنا اور بحث حیات وممات مسیح کو شروع کرنا قبول کر کے ہم لوگ مجلس مناظرہ میں آئے تھے۔ مولوی محمد مبارک علی صاحب نے ایک بڑی طویل تحریر خارج از بحث لکھا تھی اور پھر خود کھڑے ہو کر کہدیا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ حاضرین مجلس میں سے جو قریب ساٹھ اشخاص کے تھے کسی نے بھی نہیں سمجھا اگر وہ اس تحریر میں خیانت اور افترا پردازی اور غلط فہمی کی تہمت نہ لگاتے تو ہم انکی اس تحریر کے جواب میں ایک حرف بھی نہ لکھتے اور بحث حیات وممات شروع کر دیتے مگر انکی اس حرکت ناجائز نے ہمکو رفع اتہام کے ارادہ سے انکی تقریر کے کسی قدر حصہ کے جواب دینے پر مجبور کیا۔ اور ارکین مجلس نے بعد درخواست اجازت جوابدہی کے جواب دینے کی اجازت بھی دی۔ قریباً ساٹھ اشخاص حاضرین جلسہ کا بجز دو تین شخصوں کے اقرار کرنا کہ ہمنے اس تقریر کا کچھ مطلب نہیں سمجھا اور پھر خود مجیب صاحب کا اس بات کی تعہد (تعلق) کرنا ہمکو مجبور کرتا ہے کہ آئندہ تحریر میں ہم حتے الامکان علمی اصطلاحات جو عام فہم نہ ہوں تحریر میں نہ لاویں۔ تلازم کے جھگڑے کو عام فہم الفاظ میں بدینصورت ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا اور ان لوگوں کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہے اور سب کا اس محل میں ذکر کرنا بہت وقت چاہتا ہے جس سے اہل مجلس کے ملول خاطر ہونے کا اندیشہ ہے اسی واسطے پہلے بھی ہمنے مخالفانہ مسائل کو باقی خیالات کے لفظ سے تعبیر کیا تھا۔ پھر جب مجیب صاحب ہمارا مطلب نہ سمجھے تو دو اختلافی امر انکار معجزات عیسوی ثابتہ قرآن اور انکار معراج جسمانی کا نام لیکر جتایا گیا پر بھی ہمارے سوال کا مطلب نہ سمجھے۔ پھر تیسری بار سوال کیا اسپر آپنے یہ طول طویل تقریر پڑھی جس کو سوال کے جواب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اب ہم اہل مجلس کو

سمجھانے کے لیئے تشریح کر کے لکھتے ہیں کہ ہمارے اور اُنکے درمیان جو اختلافی مسایل ہیں ان میں سے چند مسایل بطور نظیر مندرجہ ذیل ہیں پہلا مسئلہ جسپر ساری آسمانی دینوں کی بنا ہی وہ یہہ ہی کہ خدا تعالی اور انبیا علیہم السلام کے درمیان شرائع الٰہی انبیا تک پہونچنے میں ملائکہ کا واسطہ ہے آپکے پیر حضرت مرزا صاحب اس واسطے کے ہونے کے خود معترف ہیں مگر جنکو اللہ تعالی اور اسکا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتے کہتے ہیں مرزا صاحب انکو نہیں مانتے اور جن اپنے من گھڑت فرشتوں کو فرشتے کر کے مانتے ہیں وہ در اصل فرشتے نہیں اس اعتبار سے حضرت مرزا صاحب وجود ملائکہ کے منکر ہیں اور جب وجود ملائکہ کے منکر ہوئے تو انکو کسی شریعت آسمانی کا قایل سمجھا جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہمنے اس بارہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جو اس وقت اس مجلس جلسہ میں موجود ہے جس میں ہمنے دلایل عقلی اور نقلی یعنی (قرآن وحدیث) سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب وجود ملائکہ کے منکر ہیں۔ اگر اہل مجلس چاہیں تو ہم یہاں یا کسی اور موقعہ پر سنا بھی سکتے ہیں۔

انکار وجود ملائکہ کے لیئے دیکھو عبارات ذیل مندرجہ توضیح مرام مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس امرتسر

پس اصل بات یہہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اُسکی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فایدہ پہونچاتی ہے اُسی طرح روحانیات سماویہ خواہ اُن کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاح کے موافق ارواح کواکب سے انکو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائکۃ اللہ کا انکو لقب دیں۔ در حقیقت یہہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۱۴ –

(۲) قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں جنکو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں اور جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار اُنکے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی اُنکے نفوس نورانیہ میں بھی انواع و اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے

متمثل ہوکر دکھائی دیتے ہیں۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹۔

(۳) پس اسمیں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتی ہونگی جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے بلکہ اُن نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر اُنہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر اُن نفوس طیبہ کا اُن ستاروں سے الگ ہونا فرض کرلیا جائے تو پھر اُنکے تمام قویٰ میں فرق پڑ جائیگا اُن ہی نفوس طیبہ کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور اُنکے جدا ہوجانے سے اُنکی حالت وجودیہ میں بالکل فساد راہ پا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۱۸۔

(۴) جس قدر ارواح و اجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہونچتے ہیں اُن سب پر تاثیرات سماویہ کام کررہی ہیں اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے۔ مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے اُسکو کئی قسم کے خدمات سپرد ہیں اُنہیں خدمات کے موافق جو اُسکی نیر سے لئے جاتے ہیں۔ سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے) لیکن اُسکی نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کی لحاظ سے چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی شکلوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۳۱۔ اس قسم کے اور عبارات توضیح مرام صفحہ ۳۷ و ۳۸ میں لکھی ہیں جو بخوف طوالت لکھوائی نہیں گیئں۔ وجہ استدلال بعد انکار خصم کے بیان کیجائیگی۔

(۲) دوسرا مسئلہ

ہمارا ایمان ہے کہ سارے انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی آئی اُنہوں نے اُسکو جیسا کہ

حق سمجھو کا تھا ویسا ہی سمجھا اور ویسا ہی اُمت کو بھی سمجھایا اگر ایک بات کے سمجھنے اور سمجھانے میں بھی
خطا کی گنجایش رکھی جائے تو باقی سب باتیں پایۂ اعتبار سے گر جائیں گی۔ آپکے پیر حضرت مرزا صاحب
کا یہہ اعتقاد ہے کہ افضل الرسل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض پیشگویوں کا مطلب سمجھنے
میں غلطی کھائی ہے دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۷ سے ۶۸۹ تک عبارات مندرجہ ذیل۔ بعض
یہہ شبہہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ایک سوال کے جواب میں آنحضرت صلعم نے یہہ فرمایا کہ جب دجال
کے زمانہ میں دن لمبے ہو جاوینگے یعنی برس کی مانند یا اس سے کم تو تمنے نمازوں کا اندازہ کر لیا کرنا اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو انہی ظاہری معنوں پر یقین تھا یہہ صرف فرضی طور پر ایک سوال کا
جواب حسب منشار سائل دیا گیا تھا اور اصلی واقعہ کا بیان کرنا مدعا نہ تھا بلکہ آپنے صاف صاف فرما دیا
تھا کہ سائر ایامہ کایامکم۔ ماسوا اسکے یہہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ ایسے امور میں جو علمی طور پر
سمجھائے نہیں جاتے اور جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں۔ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان
سہو و خطا ہے مثلاً اُس خواب کی بنا پر جسکا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے موجب ابتلا
کا ہوئی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل
در منزل طے کر کے اُس بلدۂ مبارکہ تک پہونچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اُس وقت
اُس رویا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمید پر
سفر کیا تھا۔ کہ آپکے سفر میں ہی طواف میسر آجائیگا اور بلا شبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
خواب وحی میں داخل ہے لیکن اُس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اُس پر متنبہ نہیں کیا
گیا تھا۔ تب ہی تو خدا جانے کئی روز تک مصائب اُٹھا کر مکہ معظمہ میں پہونچے اگر راہ میں متنبہ کیا
جاتا تو آنحضرت صلعم ضرور مدینہ منورہ میں واپس آجاتے۔ پھر جب آنحضرت صلعم کی بیویوں نے آپکے
روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تو آپکو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا یہانتک کہ آپ فوت ہو گئے اور بظاہر
معلوم ہوتا ہے کہ آپکی یہی رائے تھی کہ درحقیقت جس بیوی کے لمبے ہاتھ ہیں سب سے پہلے فوت ہو گی۔
اسی وجہ سے باوجودیکہ آپکے روبرو ہاتھ ناپے گئے مگر آپنے منع نہ فرمایا کہ یہہ حرکت خلاف منشاء

پیشگوئی ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ

ہمارا یہہ ایمان ہی کہ ہمارے رسول خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی مقرر ہو چکنے کے بعد نہ تو آپکی زندگی میں اور نہ آپکے اس عالم سے رحلت فرمانے کے بعد کوئی شخص کامل یا ناقص نبی بنایا جائیگا۔ آپکے پیر حضرت مرزا صاحب کا اس مسئلہ میں اختلاف ہی وہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور خود نبی اور رسول ہونے کے مدعی ہیں۔ اور رسول بھی ایسے جو افضل الرسل محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی فوقیت کا دعوی رکھتے ہیں۔ آپکے دعوی نبوت اور رسالت اور فوقیت مذکورہ کے ثبوت میں عبارات ذیل پیش کیجاتی ہیں۔

(۱) اس جگہ اگر یہہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولی نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہو کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھہ بھی ظاہر نہیں کریگا۔ کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اسکے اسمیں کچھہ شک نہیں کہ یہہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس اُمت کیلئے محدث ہو کر آیا ہو اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہو گو اُسکے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اُسپر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اُسکی وحی بھی دخل شیطان سے منزہ کی جاتی ہے اور مغز شریعت اُسپر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہ انبیا کی طرح اُسپر فرض ہوتا ہو کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اُس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ہوتا ہو اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھہ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اسمیں پائے جائیں۔ توضیح مرام تقطیع کلاں صفحہ (۹)۔

اس عبارت کا آخری فقرہ یعنے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھہ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اسمیں پائی جائیں صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کا دعوی نبوت تامہ کا ہی۔ کیونکہ یہہ امور ہفت گانہ اپنی

ذات میں پائے جانے کے مدعی ہیں۔ اور اس فقرہ سے پہلی عبارت عوام کو دھوکا دینے کے لیئے ہے

(۲) اور اگر یہہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے اُسپر مُہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے الخ توضیح مرام صفحہ (۹)۔

رسالت کے دعوے کی ثبوت ایک تو اس طور پر ہے کہ آپ اپنی ذات پر لفظ مُرسل یا رسول کا بولنا جائز رکھتے ہیں اُسکی ثبوت کے لئے لیجے ازالہ میں مرسل یزدانی کا لفظ آپکی نسبت مندرج ہے اور آیہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله میں جو رسول کا لفظ ہے اسکا مصداق خود حضرت بنتے ہیں۔ اور افضل الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس لفظ کا اس آیت میں مصداق ہونے سے انکار ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۵۔

اور یہہ آیت هو الذی ارسل رسوله الآیہ درحقیقت اس مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے کیونکہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہ تھا وجہ یہہ ہے کہ یہی زمانہ ہے کہ جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور انواع و اقسام کے عقلی حملے اسلام پر کئے گئے ہیں۔ الخ

دوسرا اس طور پر کہ جن لفظوں سے پہلے انبیا کا بھیجنا اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے اُنہی لفظوں سے اپنا بھیجا جانا اور رسول ہونا بیان فرماتے ہیں۔ دافع الوساوس صفحہ ۱۱ سطر ۱۸۔

(۱) فبعث اللہ رجلا لاعلاء شان نبیه و اظهار اسراره و اعلان معارفه الخ

(۲) انی ارسلت فی وقت هذا القلق صفحہ ۱۱۴۔

(۳) ثم بعد ذلک ارسلنی ربی لرعیة الخلق و اعطانی من آیات بینة لدعوة خلقه الی دینه۔ دافع الوساوس صفحہ ۵۳۲۔

(۴) ولما بلغت اشدی و بلغت اربعین سنة جاءتنی نسیم الوحی بعنایات ربی

ترجمہ اور جب میں پوری پوری جوانی کو پہنچا اور چالیس برس تک پہنچا تو مجھے یاد وحی میرے

رب کی تروتازہ عنایات کے ساتھہ پہونچی -

تیسرے اس طور پر جو لوازمات خاصہ نبوت ورسالت ہیں اپنی ذات بابرکات میں پائے جانے کا دعوی کرتے ہیں - ملاحظہ عبارت ذیل -

ومن آیات صدقی انه اظهرنی علی کثیر من امور الغیب وهو لا یظهر علی غیبه احداً الا الذین هم یرسلون - دافع الوساوس ۴۸۳ صفحه -

ترجمه وازنشانهائے صدق من است که بر بسیارے از علوم غیب مرا آگاہ بندہ واو غیر از مرسلان کسے را مطلع برآں نمے سازد - ترجمہ صفحہ ۴۹۴ دافع الوساوس - ترجمہ اردو اور میری سچائی کے نشانات میں سے ایک یہہ نشان ہے کہ اُس نے مجھے بہت سے غیبی امروں پر اطلاع دی ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا سوائے اُن لوگوں کے جو مرسل ہیں -

اور جو آپ پر ایمان نہ لائیگا اُسکی نجات نہ ہوگی - اسکا ثبوت یہہ ہے کہ آپنے توضیح مرام میں فرمایا ہے اور اُس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے صفحہ ۹ توضیح مرام -

دوسری عبارت آپکی - چنانچہ اُس نے اس سلسلے کے قایم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہہ کشتی تیار کر جو شخص اُس کشتی میں سوار ہوگا - وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار میں رہیگا اُس کے لئے موت دربیش ہے صفحہ ۲۰ وا م فتح اسلام تقطیع کلان -

(۴) چوتھا مسئلہ

ہمارا ایمان ہے کہ جس چیز کو خدا تعالی اور اسکے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو - جو شخص اُسکو نون مرچ لگاکر حلال بنا دیوے وہ کافر ہو جاتا ہے -

آپکے پیر حضرت مرزا صاحب نے احمد دیا ساکن انبالہ تایب از طوائف سے تخمیناً مبلغ تین سو روپیہ حاصل کردہ اُجرت زنا لے لیا ہے - جب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنہ جلد ۵ نمبر ۱ بضمن سوال ہشتم اُجرت زنا کے حاصلکردہ روپیہ کا طعنہ بدیں الفاظ دیا - سوال ہشتم - اگر ایسا شخص

جھوٹ بھی بولتا ہو لوگوں کے مال ناجایز ذریعے سے مارتا ہو ناجایز مال اُجرت زنا وغیرہ کام میں لاتا ہو الخ تو آپنے اُسکے جواب میں اس قطعی حرام کو حلال بنانے کے واسطے یہہ قانون وضع کیا ہے۔

اصل حقیقت یہہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالی کا حق غالب ہو اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہو اور جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اُس مالک حقیقی کا اختیار رہتا ہو کہ چاہے تو بلا توسط رُسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور اُنکی جانوں کو معرض عدم میں پہونچائے اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہہ تجلی قہری نازل فرماوے بات ایک ہی ہے۔ دافع الوساوس صفحہ ۶۰۱۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنے مسلمان کو گالی دینا حرام اور ہتک عزت کرنا حرام فرمایا ہے چہ جائے کہ کسی رسول کو ناگفتنی باتیں کہی جائیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں مولویوں کو گالیاں لکھی ہیں تو اُنپر نکتہ چینیاں ہوئیں کہ آپنے ناجایز فعل کا ارتکاب کیوں کیا۔ تب آپنے اس حرام قطعی کو حلال بنانے کے واسطے یہہ قانون وضع کیا۔

بڑے دہوکے کی بات یہہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھہ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اُسکی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب و شتم فقط اُس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور ہر ایک سخت آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اُسکی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے ازالہ اوہام صفحہ ۱۳ و ۱۴۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں یہہ عبارت لکھی ہے جس سے حضرت عیسےؑ کی کمال درجہ کی توہین پائی جاتی ہے۔ وہ عبارات یہہ ہیں۔

اول یہہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی حاشیہ مندرجہ صفحہ (۵)۔

پس اُس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا الخ حاشیہ مندرجہ صفحہ ۴

آپکا یہہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائینگے اور اُنکو کچھ اثر نہیں ہوگا یہہ بالکل جھوٹ نکلا الخ حاشیہ مندرجہ صفحہ چوتھی عبادت۔ اور آپکے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا آپکا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپکی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جنکے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی آپکا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہہ موقعہ نہیں دیسکتا کہ وہ اُسکے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اُسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اُسکے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چال چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔ انتہے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۷ ضمیمہ انجام آتھم۔

(۵) پانچواں مسئلہ

ہمارا ایمان ہے کہ کسی کو خدا کا بیٹا کہنا یا کہنا جایز سمجھنا موجب کفر ہے خواہ اپنے دل میں کوئی معنی مراد ہوں بدلیل قولہ تعالیٰ قالت الیہود عزیر ابن اللّٰہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللّٰہ ذالک قولہم بافواہہم یضاھئون قول الذین کفروا من قبلہم قاتلہم اللّٰہ انی یؤفکون۔ سورہ توبہ۔ ترجمہ جو مولوی نذیر احمد صاحب نے کیا ہوا ہے۔ اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہہ اُنکے منہ کی کہن ہے اگلے اُنہیں کافروں کی سی باتیں بنانے لگے جو اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں خدا انکو غارت کرے (دیکھو تو) کدھر کو (شیطان کے) بہکائے راہ حق سے بھٹکے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب بھی عیسیٰ کو اور اپنے آپکو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کرنا جایز سمجھتے ہیں۔ توضیح مرام صفحہ ۱۳ میں آپکی یہہ عبارت ہے اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اُسکو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اور کئی اختلافی مسائل ہیں جو بخوف طوالت اور بملالت خاطر حاضرین نہیں لکھے جاتے۔ جب مولوی محمد مبارک علی صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کس مسئلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اُسکے جواب

پس یہہ فرمایا کہ پہلے ہم مسئلہ حیات و ممات میں بحث کرنا چاہتے ہیں جس پر آپ سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ کی بابت آپکے پیر حضرت مرزا صاحب یہہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو اسلام کی حقیقت سے کچھ تعلق نہیں - آپ کسی دوسرے مسئلہ میں بحث کریں جسپر اسلام کی بنا ہو - اس کہنے سے ہماری یہہ غرض تھی کہ پنجاب اور ہندوستان کے علمانے آپکی قوم کی نسبت جو کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس الزام کو اپنے اوپر سے اُٹھانے کے واسطے ایسا مسئلہ زیر بحث تجویز کرنا چاہیے جس پر اسلام کی بنا ہو -

آپ نے اُسکے جواب میں فرمایا کہ حیات و ممات کے بحث کے طے ہو جانے سے ہماری برأت ہو جایگی چونکہ ہمارے نزدیک سارے مسائل مختلف فیہ ہونے میں یکساں ہیں اگرچہ بعض موجب کفر کا ہیں اور بعض موجب فسق اسواسطے ایک الزام سے بری ہو جانے سے سب سے بری ہونا لازم نہیں آتا - اور نہ لازم اس حصول برأت میں پوچھا گیا تھا جس کو آپ ان مسائل کے مفہوم ذہنی اور وجود خارجی کی طرف لیگئے ہیں اور اتنا وقت ضایع کیا ہے - خود تو سوال سمجھے نہیں - اور دوسرے پر غلط فہمی کا الزام لگاتے ہیں -

آپ مان چکے ہیں کہ آپکے پیر حضرت مرزا صاحب کا قول آپ پر حجت* نہیں تو اگر حیات و ممات کے مسئلہ میں آپ بفرض محال کامیاب بھی ہو گئے اور آپکا خصم آپکے ساتھ متفق الرای بھی ہو گیا علیٰ ہذا القیاس باقی اختلافی مسائل میں بھی آپکے ساتھ متفق الرائی ہو گیا تو بعد اس جد و کد کے وہ بھی مثل آپکی کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا قول ہم پر حجت نہیں ہے پھر یہہ ساری بحث فضول گئی - باوجود اسکے بیفایدہ متصور ہونے کے آپکے بار بار اصرار کرنے سے اور اہل مجلس سے اسکی سفارش طلب کرنے اور اہل مجلس کے ہمکو مجبور کرنے پر بجز تکمیل شرائط کے جو ہمنے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھے تھے اسی ایک شرط پر اکتفا کر کے کہ قرآن شریف کی تفسیر صحیح حدیث کے خلاف منظور نہ ہو گی اسوقت عیسیٰ کے اسوقت آسمان پر زندہ موجود ہونے کا اور بر طبق پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے آخری زمانہ میں زمین پر اُترنے کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے - اگرچہ ہمارا حق تھا کہ ہم آپسے دلائل ممات مسیح پہلے طلب کرتے اور استحقاق وجوہات اگر اجازت ہو تو ہم بیان بھی کر سکتے ہیں - اسی طرح آپ پر بھی لازم ہو گا

* غلط ہے ہم نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مرزا صاحب کا کلام ہم پر حجت نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا کلام ہم پر حجت شرعی نہیں کیونکہ حجت شرعی اصطلاح میں قرآن و حدیث مراد لیتے ہیں [illegible]
[illegible] منہ

کہ ہمارے ثبوت حیات* پیش کرنے کے بعد آپ بھی بغیر تال مٹول کرنے کے آنجناب کے فوت ہونے کا ثبوت پیش کریں محض آپکا فہم خصم پر حجت نہیں ہوگا جب تک آپکی شہادت ہماری طرح اُن مسلمانوں کے فہم سے جنکا فہم جمہور مسلمین کے نزدیک مسلم ہو پیش نہ کریں والسلام -

---

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ بیان مندرجہ بالا صحیح ہے

محمد بخش سوداگر وزیرآباد بقلم خود — حافظ غلام رسول سوداگر بقلم خود

بوٹا خاں بقلم خود — عمر بخش گلکیزئی بقلم خود

---

۲۸ ستمبر ابو یوسف ۱۸۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولوی ہدایت اللہ صاحب اپنے مضمون کے شروع میں پھر اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ گویا میں نے تلازم کے متعلق ایک بڑی لمبی تقریر خارج از بحث لکھائی ہے اور نیز یہہ بات میری طرف منسوب کرتے ہیں کہ میں نے خود اقرار کیا کہ میری تقریر کو کسی نے نہیں سمجھا -

الحضرت میں نے تو یہہ کہا تھا کہ حاضرین کو اس تقریر سے کوئی معتدبہ فایدہ نہیں پہونچا جس کو تحریف کے طور پر آپنے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے اور میں اُسی تقریر میں یہہ بھی لکھ چکا ہوں کہ اُس تقریر کے اصل محرک اور باعث آپ ہی ہیں بقول شخصے - اے صبا اینہمہ آوردۂ تست -

پس آپکے ناجایز اصرار کی وجہ سے مجھے وہ تقریر لکھنی پڑی اور میں بڑے افسوس سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے ناحق اپنی عزیز وقت کا خون کیا ہے - اور آپ کا یہہ کہنا کہ اگر وہ اپنی تحریر میں ہمکو خیانت اور افتراپردازی اور غلط فہمی کی تہمت نہ لگاتے تو ہم انکی اس تحریر کے جواب میں ایک حرف بھی نہ لکھتے یہہ سراسر

* عجیب غلطی ہے کہ ثبوت حیات کو پیش کرنے سے پہلے ثبوت وفات پیش کیا جاتا ہے - اور حضرت ذرا سوچو تو سہی کہ جب آپ ثبوت حیات کامل طور پر پیش کر دینگے اور حیات ثابت ہو جاویگی تو پھر ثبوت وفات کے پیش کرنے کی کیا ضرورت باقی رہیگی - مگر بات تو یہی ہے کہ دل کا ڈر اور اصرار غلط خیالات انکشاف خیالات کے اظہار پر مجبور کرتا ہے کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ حیات ثابت نہ ہونے سے وفات خود ثابت ہو جاویگی کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے - پس بصورت عدم ثبوت حیات اثبات وفات کی کوئی ضرورت نہیں - فافہم - منہ

جھوٹ اور عوام کو دھوکا دینا ہی۔ حضرت آپ تو خدا تعالی سے یہہ چاہتے تھے کہ کسی طرح کوئی فرار کی راہ پیدا ہو تو اوہ طرف بھاگ نکلیں سو بر طبق مثل مشہور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اپنی میرے الفاظ کو جائے پناہ سمجھکر افترا پردازی کی گرم بازاری دکھلائی اور جہاں تک چاہا خلاف واقعہ بیان کیا۔ پس اس بیان سے آپکا کاذب اور مفتری ہونا اور بھی بپایہ ثبوت پہونچگیا۔

اب میں بفضلہ تعالی آپکے ہر ایک خلاف واقعہ بیان کو یکے بعد دیگرے ثابت کرتا ہوں اور طالبانِ حق کو دکھلاتا ہوں کہ آپنے کہاں تک اپنی ناراستی اور ناانصافی دکھلائی ہے اور کس قدر خیانت کو کام فرمایا ہے۔ اگرچہ میرے بیان میں بحکم الحقّ مرٌّ کسی قدر مرارت کا مزہ آپکو ضرور چکھنا پڑیگا۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ آپ صبر سے کام لینگے اور سینہ سپر ہوکر صداقت اور راستی کے وار سہینگے۔

اذا رمیت خصیماً فناظر المرّہ ٭ ولا تفرّ اذن بل تحق دالکرّہ

آپ فرماتے ہیں کہ دو اختلافی امر انکار معجزات عیسوی مثبتہ قرآن اور انکار معراج جسمانی کا نام لیکر بتایا گیا پھر آپ ہمارے سوال کا مطلب نہیں سمجھے۔ پھر تیسری بار سوال کیا اُسپر آپنے یہہ طول طویل تقریر پڑھی جس کو سوال کے جواب سے کچھہ تعلق نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر میں نے آپکے سوال کو نہیں سمجھا تو میں نے آپکا خائن اور افترا پرداز ہونا کن امور کی نسبت بیان کیا ہے۔ آیا ان ہی دو امور یعنے انکار معجزات اور انکار معراج کی نسبت یا لفظ "تلازم" کی نسبت بھلا یاد تو کیجیے؟ اور لفظ تلازم تو آپکے مُنہ سے نکل ہی چکا تھا جس کو آپنے ایک عظیم الشان سائنس سمجھکر بار بار پیش کرنا شروع کر دیا اور باوجود روکنے کے بھی آپ نہ رک سکے مگر باری شکر ہے کہ تشفی بخش جواب پانے پر آپکی آنکھیں کھلیں اور آپ اپنے اصرار سے باز آگئے پھر آپ تیسری بار سوال کرنے کی شکایت فرما کر اسکا الزام مجکو دیتے ہیں۔ سو حضرت بار بار سوال کرنا ہی تو آپکے اصرار اور بیجا جھگڑے کے بیجا کرنے کا ثبوت ہے جسکو سمجھنے والے سمجھہ گئے ہیں۔

اب میں آپکی تقریر کی بہت سی ابتدائی اور انتہائی حصہ کی فضول گوئیوں سے اعراض کرکے

اُن تمام خلاف واقعہ بیانوں کا **قولہ اقول** کے طریق پر جواب دیتا ہوں اور تمام الزامون کا جو آپنے **حضرت اقدس امام ہمام مسیح موعود علیہ السلام** کے ذمہ بطور خیانت اور افترا پردازی کے لگائے ہیں جھوٹا ہونا ثابت کرکے آپکی حق بیانی حاضرین پر ظاہر کرتا ہوں سہ

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

آپنے پبلک پر احسان کیا کہ اپنی نا انصافی سے پبلک پر اظہار حق کا موقعہ دیا۔ ورنہ حق اور باطل ملتبس ہو جاتا۔ اور راستی کا گروہ راہ حق نہ پاتا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذلک** ۔

(۱) **قولہ** ۔ پہلا مسئلہ۔ جس پر سارے آسمانی دینوں کی بنیاد ہے وہ یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور انبیا علیہم السلام کے درمیان شرائع آلہی انبیا تک پہونچنے میں ملائکہ کا واسطہ ہے۔ آپ کے پیر حضرت مرزا صاحب اس واسطے کے ہونے کے خود معترف ہیں مگر جنکو اللہ اور اُسکا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرشتے کہتے ہیں مرزا صاحب اُنکو نہیں مانتے اور جن اپنے من گھڑت فرشتوں کو فرشتے کر کے مانتے ہیں وہ دراصل فرشتے نہیں ہیں اس اعتبار پر حضرت مرزا صاحب وجود ملائک کے منکر ہیں اور جب وجود ملائکہ کے منکر ہوئے تو اُنکو کسی شریعت آسمانی کا قائل سمجھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ۔ الخ

اقول بفضلہ تعالیٰ اس بات کے تو آپ بہی قائل ہو چکے ہیں کہ **حضرت اقدس مسیح الزمان** ملائکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ اور انبیا علیہم السلام کے درمیان شرائع آلہی کے پہونچنے کا ذریعہ ہونے کے معترف ہیں ۔ یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب اللہ تعالیٰ اور اُسکے نبیوں کے درمیان ملائکہ کو وسائط قرار دیتے ہیں جس سے انکار ملائکہ نہیں بلکہ اقرار وجود ملائکہ اور انکی ضرورت آپکی زبانی ثابت ہو گئی رہا یہہ امر کہ جنکو اللہ تعالیٰ اور اُسکا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرشتے کہتے ہیں اُنکو مرزا صاحب نہیں مانتے اسکا آپنے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اور نہ یہہ بتلایا کہ اللہ اور رسول کن کو فرشتے کہتے ہیں اور اُنکی ماہیت کیا ہے ۔ آپنے صرف حضرت مرزا صاحب کی چند عبارتیں پیش کر کے جن سے وجود ملائکہ کی ضرورت اور اُس پاک مخلوق کی بہ نسبت کا سکان الارض کا احتیاج ثابت ہوتا ہے

انکار ملائکہ کا الزام دیا ہی اور اُن پر معارف وحقانی تقریروں کی تہ تک نہ پہونچنے کے باعث یعنے اپنی قاصر الہمتی کی وجہ سے اُن کو مورد اعتراض ٹھیرایا ہی ~ بریں عقل وہمت بباید گریست۔

حضرت آپ ملہمین اور حکماء امت کی تقریروں کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ صرف آمین اور رفع یدین کی چند حدیثوں کے جاننے سے آپ کیوں ہمہ دان بن بیٹھے ہیں۔ دیکھو وہی عبارتیں جن سے آپ انکار ملائکہ ثابت کرتی ہیں اقرار وجود ملائکہ اور انکی ضرورت ثابت ہوتی ہے رہی یہہ بات کہ حضرت اقدس نے بعض حقایق ومعارف نسبت ماہیت ملائکہ ایسی لکھے ہیں جو آپکے فہم سلیم کے مخالف پڑے ہیں تو اس سے اُن حقایق ومعارف کا غلط ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ آپ انکو نصوص بینہ قرآنیہ اور حدیثیہ کے مخالف ثابت نہ کریں اور آپکا فہم کسی پر حجت نہیں کیونکہ آپ ظاہر بین مُلّا ہونے کی وجہ سے اُن اسرار کی تہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ جو اولیاء اللہ اور صلحا پر بذریعہ کشوف والہامات کھلتے ہیں۔ آپ پہلے اس بات کو ثابت کریں کہ حضرت مرزا صاحب نے ملائکہ کی نسبت فلان دقیقۂ معرفت جو فرمایا ہے وہ فلان آیت یا فلان حدیث یا کم سے کم فلان عارف کے کلام کے برخلاف ہے اور اگر آپ محض اپنے خیالات ہی پیش کریں اور اُن اسرار اور لطائف کو غلط تصور فرماویں تو آپ یقین رکھیں کہ ہمارے نزدیک آپکے خیالات کی کچھ وقعت نہیں آپ اولیاء اللہ کے مقابلہ میں ایک عامی اور محض نابلد آدمی ہیں۔

چونکہ آپنے اپنی اُن پیش کردہ عبارتوں سے استدلال کے وجوہات پیش نہیں کئے اور نہ اپنی فرضی فرشتے کسی آیت اور حدیث سے بخلاف بیان حضرت مرزا صاحب کے آپ پیش کر سکے ہیں اس لئے ہم یہاں ملائکہ کی بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے صرف حضرت مرزا صاحب کی کی چند ایسی عبارتیں پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے وجود ملائکہ کا اقرار اور انکی ضرورت ثابت ہو اور کچھہ آئندہ بھی دلائل پیش کرینگے۔

(۱) اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ اُن کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر

اور وید کی اصطلاح کے موافق ارواح کواکب سے انکو نامزد کریں یا نہایت بیہدے اور موحدانہ طریق سے ملائکۃ اللہ کا انکو لقب دیں درحقیقت یہہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔ صفحہ ۴۲ توضیح مرام انتہے۔ اب دیکھو اس عبارت سے ملائکہ کا اقرار ثابت ہوا یا انکار۔ بالخصوص موحدانہ طریق کے لفظ پر نہایت غور کرنا چاہیئے۔

(۲) یہہ کتاب اُن روحانیات کو جو کواکب اور سموات سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف ملائکہ قرار دیتی ہے بلکہ انکی پرستش کے لئے بہی تاکید کرتی ہے۔ ایساہی وید بھی اُن روحانیات کو صرف وسائط اور درمیانی خدمتگزار نہیں مانتا بلکہ جا بجا انکی اُستت اور مہما کرتا ہے اور اُنسے مرادیں مانگنے کی تعلیم دیتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کتابوں میں تحریف اور الحاق کے طور پر یہہ پر کفر تعلیمیں زاید کی گئی ہوں۔ توضیح مرام صفحہ ۴۴۔

(۳) اب میں پھر ملائک کے ذکر کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جس طرز سے ملائک کا حال بیان کیا ہے وہ نہایت بیدھی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اُسکے ماننے کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا۔ قرآن شریف پر بدیدۂ تعمق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلکہ جمیع کائنات الارض کی ترتیب ظاہری و باطنی کے لئے بعض وسائط کا ہونا ضروری ہے اور بعض بعض اشارات قرآنیہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ نفوس طیبہ جو ملائک سے موسوم ہیں اُنکے تعلقات طبقات سماویہ سے الگ الگ ہیں بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے چلانے والے ہیں اور بعض مینہ کے برسانے والے اور بعض بعض اور تاثیرات کو زمین پر اُتارنیوالے ہیں۔ پس اسمیں کچھہ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہونگے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جیسا زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے بلکہ ان نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر اُنہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھہ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر ان نفوس طیبہ کا اُن ستاروں سے

الگ ہونا فرض کر لیا جائے۔ تو پھر اُن کے تمام قوٰے میں فرق پڑ جائیگا الخ توضیح مرام صفحہ ۳۷-۳۸

اس عبارت کا پہلا حصہ مولوی صاحب نے بطور خیانت اور دھوکا دہی اپنے مضمون میں نہیں لکھا یا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام عبارت سے اقرار ملائکہ ثابت ہوتا ہے یا انکار؟

(۴) بلکہ ہر ایک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ صفحہ ۶۷۔

(۵) مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے اُسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں۔ صفحہ ۶۸۔

(۶) ایسا ہی اُنکے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں توضیح مرام۔

اب ان تمام عبارات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت مرزا صاحب وجود ملائکہ اور کائنات میں اُنکی ضرورت حقہ کے نہ صرف قائل بلکہ اُن کے باریک اور غوامض اسرار تک وہ گہری نگاہ رکھتے ہیں کہ گویا اُن اسرار کے بیان کرنے میں **وحید عصر** اور **متفرد** ہیں اب یہہ آپکا ذمہ ہے کہ ان معارف اسرار کا آپ خلاف قرآن واحادیث ہونا ثابت کر دیں اور اگر نہ کر سکیں تو ضد چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور حق کا انکار نہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الکبر بطر الحق وغمط الناس یعنے تکبر کی حقیقت یہی ہے کہ حق کے قبول کرنے میں اترانا یعنی انکار کرنا اور بندگان خدا کو اپنی نظر میں حقیر جاننا۔ پس آپ برائے خدا ان ناکردنی افعال سے پرہیز کریں اور خدا تعالیٰ کی فرستادہ نعمت کا شکریہ ادا کریں ورنہ کفران کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ اس مصرعہ سے یہہ نہ سمجھہ لینا کہ خدانخواستہ اس خاکسار نے بھی رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اب میں **حاضرین** کی زیادت بصیرت کے لئے **حضرت مرزا صاحب** کے کلام سے وہ چند اعتراض پیش کرتا ہوں جو ہمارے مخالف پیش کیا کرتے ہیں اور پھر اُنکا اجمالی اور مختصر جواب دوں گا۔

(۱) **اول** یہ کہ ملائکہ اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہیں۔ اور وہ اپنے مقام معین سے الگ نہیں

ہو سکتے۔ اور تدابیر نظام جسمانی اور روحانی میں اُنکو دخل ہے۔

(۲) دوسرا۔ ملائکہ نفوس نورانیہ اور روحانیات سماویہ ہیں۔

(۳) تیسرا۔ ملائکہ اجرام فلکیہ کے لئے ارواح کا حکم رکھتے ہیں۔

(۴) چوتھا یہہ کہ وہ کامل بندوں پر بشکل انسان متشکل ہو کر آتے ہیں اور یہہ نزول اُنکا نزول تمثلی ہے نہ نزول حقیقی۔

پہلے امر کا ثبوت یہہ ہے۔ تفسیر فتح البیان وغیرہ میں لکھا ہے۔ عن عایشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما فی السماء موضع قدم الا علیہ ملک ساجد او قائم وذلک قول الملئکۃ وما منا الا لہ مقام معلوم۔ یعنے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ آسمان میں ایک قدم کی بھی جگہ خالی نہیں مگر اس میں ایک سر بسجود فرشتہ موجود ہے اور یہہ ملائکہ کا وہ قول ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرشتہ کے لئے ایک مقام معین ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آسمان میں ایک قدم کی جگہ فرشتوں سے خالی نہیں۔ اور آیہ مندرجہ سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فرشتہ کے لئے آسمان میں ایک مقام معین ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔ ؎ اگر یک سر موئے برتر پرم ✤ فروغ تجلے بسوزد پرم۔ اور قرآن کریم سے یہہ بھی واضح ہے کہ جملہ تدابیر جسمانی وروحانی بواسطہ ملائکۃ اللہ ظہور میں آتی ہے قال اللہ تعالی والذاریات ذروا فالحاملات وقرا فالجاریات یسرا فالمقسمات امرا یعنی قسم ہے اُن فرشتوں کی جو تقسیم اُمور کرتے ہیں۔ اس آیہ سے ثابت ہوا کہ ہر ایک امر کی تقسیم بواسطہ ملائکۃ اللہ ہوتی ہے۔

دوسری آیت قال اللہ تعالی والمرسلات عرفا فالعاصفات عصفا والناشرات نشرا فالفارقات فرقا فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا (ترجمہ) قسم ہے اُن فرشتوں کی جو نرمی سے بھیجے گئے ہیں پھر اُن فرشتوں کی جو سخت گیر ہیں یعنی امتثال امر الہی میں ہوا کی

کی طرح متتابع اور متناصف ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو خدا تعالیٰ کی شرایع کو منتشر کرتے ہیں۔ پھر اُن فرشتوں کی جو حق اور باطل میں فرق کرتے ہیں۔ پھر اُن فرشتوں کی جو انبیاء پر ذکر الٰہی نازل فرماتے ہیں محققین کو معذور رکھنے اور مبطلین کو ڈرانے کے لئے۔ اس آیہ سے معلوم ہوا کہ القاء ذکر خواہ وہ وحی ہو یا عام ذکر ہو۔ بواسطہ ملائکۃ اللہ ہوتا ہے۔

اور تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے اما قولہ فالفارقات فرقاً فھم الملئکۃ الذین یفرقون بین الحق والباطل والحلال والحرام بما یتحملونہ من القرآن والوحی وکذٰلک قولہ تعالیٰ فالملقیات ذکراً انھا الملئکۃ المتحملۃ للذکر الملقیۃ ذٰلک الی الرسل فان قیل فما المجانسۃ بین الریاح وبین الملئکۃ حتی یجمع بینھما فی القسم قلنا الملئکۃ روحانیون فھم بسبب لطافتھم وسرعۃ حرکاتھم کالریاح۔ ترجمہ۔ پس مراد فارقات سے وہ فرشتے ہیں جو حق اور باطل اور حلال حرام میں فرق کرتے ہیں قرآن اور وحی کے ذریعہ سے اور ایسا ہی ملقیات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو رسولوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نازل کرتے ہیں۔ پس اگر یہ شبہ پیش کیا جائے کہ ہواؤں اور فرشتوں کے باہم قسم میں جمع کرنے میں مجانست کیا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ فرشتے وہ روحانی جواہر ہیں کہ اپنی لطافت اور سرعت حرکات کی وجہ سے ہواؤں کی مانند ہیں۔

تفسیر معالم میں آیہ والمدبرات امراً کی تفسیر میں لکھا ہے قال ابن عباس ھم الملئکۃ وکلوا بامور عرفھم اللہ عزوجل العمل بھا قال عبد الرحمان ابن بسائط یدبر الامر فی الدنیا اربعۃ جبرائیل ومیکائیل وملک الموت واسرافیل علیہم السلام اما جبرائیل فوکل بالریاح والجنود واما میکائیل فوکل بالقطر والنباتات واما ملک الموت فوکل بقبض الانفس واما اسرافیل فھو یتنزل بالامر علیھم ترجمہ عبد اللہ ابن عباس نے کہا ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ایسے امور سپرد کئے ہیں جنکی بجا آوری کے لئے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معرفت عطا کی گئی ہے اور عبد الرحمان بن

بسائط نے کہا کہ دنیا میں چار فرشتے مدبر ہیں ایک جبرائیل جس کی تفویض میں ہوائیں اور لشکر ہیں دوسرا میکائیل جنکے سپرد بارشیں اور نباتات ہیں۔ تیسرا ملک الموت جس کے سپرد روحوں کا قبض کرنا ہے۔ چوتھا اسرافیل جو الٰہی حکم لیکر اُنپر نازل ہوتا ہے۔ انتہے۔

تیسری آیت فالمدبرات امراً۔ پس قسم ہے اُن فرشتوں کی جو امر کی تدبیر کرتے ہیں۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ تدبیر نظام جسمانی و روحانی بواسطہ ملائکہ ہوتی ہے۔

پہلی آیت کے متعلق تفسیر کبیر میں یوں لکھا ہے واعلم ان هذه الاٰية تدل علی ثلاثة انواع من الملئكة فاولها قوله تعالى وما منا الا له مقام معلوم وهذا يدل على ان لكل واحد منهم مرتبة لا يتجاوزها ودرجة لا يتعدى عنها۔ تلك الدرجات اشارة الى درجاتهم فى التصرف والافعال۔ فهى قوله تعالى وانا لنحن الصافون والمراد كونهم صافين فى اداء الطاعات ومنازل الخدمة والعبودية فاما درجاتهم فى المعارف فهى قوله تعالى وانا لنحن المسبحون والتسبيح تنزيه الله عما لا يليق به انتهى

ترجمہ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت فرشتوں کی تین قسموں کی صفتوں پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام معین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر ایک فرشتہ کے لئے ایک خاص محل اور مقام ہے جس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا یعنی آیت وما منا الا له مقام معلوم سے کہ فرشتے اپنے مقام اور محل سے متجاوز نہیں ہو سکتے اور یہ درجات اُنکے ان مقامات کی طرف اشارہ ہے جو انکو تصرف فی الامور اور افعال کے لئے حاصل ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفاد ہے کہ ہم ہمیشہ صفیں باندھ کر کھڑے رہتے ہیں اور اس سے اُنکا ادائے طاعات اور منازل عبودیت اور خدمت میں صف باندھ کر ہمیشہ کھڑے رہنا اور حاضر حضور رہنا مراد ہے اور اُنکے درجات معارف اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفاد ہے کہ ہم ہمیشہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں

اور تسبیح اللہ تعالی کے اُن اُمور سے تنزیہہ مُراد ہی جو اُس کے شایان شان نہیں انتہے۔

اور تفسیر معالم میں لکھا ہی اسے ما منا ملک الا لہ مقام معلوم فی السموات یعبد اللّٰہ فیہ قال ابن عباس رضہ ما فی السموات موضع شبر الا و علیہ ملک یصلی او یسبح و روینا عن ابی ذر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال اطت السمآء وحق لھا ان تئط والذی نفسی بیدہ ما فیھا موضع اربعۃ اصابع الا لہ فیھا ملک واضع جبھتہ ساجداً للّٰہ قال السدی الا لہ مقام معلوم فی القربۃ والمشاھدۃ وقال ابو بکر الوراق الا لہ مقام معلوم یعبد اللّٰہ علیہ کالخوف والرجاء والمحبۃ والرضاء۔ حاصل ترجمہ یہہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرشتہ کے لئے آسمانوں میں ایک مقام معین ہے وہ اُس میں اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا آسمانوں میں ایک بالشت بھر جگہ نہیں مگر اسمیں ایک فرشتہ ہے جو صلوۃ یا تسبیح میں مشغول ہے۔ اور حضرت ابوذر سے روایت ہی کہ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آسمان سخت کرکراتا ہے اور اُسکا کرکرانا سچا ہے مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ آسمانوں میں چار انگل کی بھی جگہ نہیں کہ جس میں ایک سر بسجود فرشتہ نہیں اور سدی نے کہا ہے کہ ہر ایک فرشتہ کے لئے قربت اور مشاہدہ میں مقام معین ہے اور ابوبکر وراق نے کہا کہ ہر ایک فرشتہ کے لئے آسمانوں میں مقام معین ہے جس میں وہ خوف اور رجا اور محبۃ اور رضا کے طور پر خدا تعالی کی عبادت کرتا ہے۔

اور تفسیر جامع البیان میں یہہ لکھا ہے وما منا الا لہ مقام معلوم فی السمٰوٰت یعبد اللّٰہ فیہ لا یتجاوزہ یعنے ہر ایک فرشتہ کے لئے آسمانوں میں ایک مقام معین ہے جس میں وہ خدا تعالی کی عبادت کرتا ہے اور اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

تفسیر ابو السعود میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے۔ اور دوسری آیت

کے متعلق تفسیر معالم میں یہہ لکھا ہے فالمقسمات امراً هی الملٰئکة تقسم الامور بین الخلق علی ما امرو ابه یعنی مقسمات امروہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق خلق میں تقسیم امور کرتے ہیں۔ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے والمقسمات هی الملٰئکة الذین یقسمون الارزاق یعنی مقسمات وہ فرشتے ہیں جو رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں۔

اور جامع البیان میں لکھا ہے فالمقسمات الملٰئکة امراً یقسمون الامور بین الخلائق یعنے مقسمات وہ فرشتے ہیں جو خدا تعالی کی مخلوق میں تقسیم امور کرتے ہیں اور اسکی حواشی میں لکھا ہے اتفق علی ما فسرنا جمیع من السلف کابن عباس وابن عمر وسعید ابن جبیر وقتادہ وهو المنقول بروایات متعددة عن علی ابن ابی طالب وروی الحافظ ابو بکر الرازی علی ذلک حدیثاً مرفوعاً یعنے جو کچھ اس آیت کی ہمنے تفسیر کی ہے اُسپر جمیع سلف کا اتفاق ہو چکا ہے مثل عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن عمر اور سعید بن جبیر اور قتادہ وغیرہ کی اور یہی متعدد روایات کے ذریعہ سے حضرت علی رض سے بھی منقول ہے اور حافظ ابو بکر رازی نے اسپر ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

اور جامع البیان میں تیسری آیت کے متعلق لکھا ہے وبالملٰئکة الملقیات الی الرسل وحیاً یعنے ملقیات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو رسولوں کی طرف القاء وحی کرتے ہیں اور اسی تفسیر میں ہے لکن نقل ابن کثیر عن السلف الاجماع علی ان المراد من الفارقات والملقیات الملٰئکة یعنی ابن کثیر نے اسبات پر سلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ فارقات اور ملقیات سے فرشتے مراد ہیں۔ اب اس تمام تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرشتے اپنے اپنے مقام سے اپنے اصلی وجود کے ساتھ الگ نہیں ہو سکتے اور انہیں نظام عالم جسمانی اور نظام عالم روحانی میں باذنہ تعالی پوری مداخلت ہے بلکہ وہ کائنات الارض پر ہر ایک کام کے لئے الگ الگ موکل اور ہر ایک چیز پر اثر انداز ہیں اب دوسرا امر یہہ ہے کہ ملائکہ نفوس نورانیہ اور روحانیات سماویہ ہیں سو اسکے ثبوت میں ہم اولیائے عظام اور علماء کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کا فرض ہے کہ اسکے برخلاف

قرآن وحدیث سے اپنا مذہب ثابت کریں جسکو اُنہوں نے ابھی تک ظاہر بھی نہیں کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ حکیم اُمت اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں اعلم ان الملاء الاعلیٰ ثلثۃ اقسام قسم علم الحق ان نظام الخیر یتوقف علیہم فخلق اجساماً نوریۃ بمنزلۃ نار موسیٰ نفخ فیہا نفوساً کریمۃ وقسم اتفق حدوث مزاج فی البخارات اللطیفۃ من العناصر استوجب فیضان نفوس شاھقۃ شدیدۃ الرفض للوث البہیمیۃ وقسم ھو نفوس انسانیۃ قریب الماخذ من الملاء الاعلیٰ ما زالت تعمل اعمالاً منجیۃ تفید اللحوق بہم حتی طرحت عنہا جلابیب ابدانہا فانسلکت فی سلکہم وعدت منہم۔ حاصل ترجمہ یعنی ایک قسم فرشتوں کی وہ اجسام نوریہ ہیں جو بمنزلہ نار موسیٰ کے ہیں۔ نظام نیکیوں کا اُن سے متعلق ہے۔ اور دوسری قسم وہ فرشتے ہیں جو بخارات لطیفہ عناصر سے ایک مزاج پیدا ہو کر اُس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بہیمیت کی نجاستوں سے بکلی پاک وصاف ہوتے ہیں تیسری قسم وہ فرشتے ہیں جو نفوس انسانیہ میں سے ملاء اعلیٰ سے بہت ہی قریب الماخذ ہوتے ہیں اور ہمیشہ اعمال منجیہ عمل میں لاتے ہیں۔ اور وہ بھی ملائکہ میں جا ملتے ہیں اور جسمانی پردوں سے جدا ہو جاتے ہیں اور فرشتوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت امام شعرانی اپنی کتاب یواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کان الملئکۃ عند اھل الحق اجسام لطیفۃ ولھم قوۃ التشکل والتبدل قادرون علی الافعال الشاقۃ عباد مکرمون مواظبون علی الطاعات معصومون من المخالفات والفسق لا یوصفون بذکورۃ ولا انوثۃ۔ ترجمہ یعنی اہل حق کے نزدیک ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں اور انکے لئے قوت تشکل اور تبدل حاصل ہے۔ یعنی انسانی شکل متمثل ہو جاتے ہیں اور وہ سخت سے سخت کاموں کے انجام دینے پر قادر ہیں وہ خدا تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں اُسکے طاعات پر مواظبت رکھتے ہیں اور فسق وفجور سے معصوم ہیں اور نر مادگی سے موصوف نہیں ہوتے۔

نجات نہ پائیگا۔ فرمایا رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے وہ **جاہلیت** یعنی کفر کی موت مریگا۔ اور ایک حدیث میں فرمایا جو شخص مرگیا اور اسکی گردن میں کسی امام کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ منصب امامت صفحہ ۴۶۔

اب ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مولوی صاحب کا خیال محض بے بنیاد ہے اور اولیاء عظام سے وہ ایک گونہ دل میں عداوت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاہلیت کی موت مریں ورنہ تبلائیں کہ اس وقت سوائے حضرت اقدس مرزا صاحب کے کون امام زمان ہے اور کس نے مجددیت کا دعوی کیا ہے اور آپ کس کی بیعت میں داخل ہیں ورنہ جاہلیت کی موت سامنے ہے۔ اپنا فکر کریں اور یہ مسلم امر ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں۔ اگر آپ یہ عذر پیش کریں کہ اس حدیث میں امام سے مراد بادشاہ ہے تو اول تو حدیث میں یہ قید نہیں۔ دوم حدیث کے الفاظ خود اس بات کے مخالف ہیں کیا کوئی بادشاہ کو بھی پہچان نہیں سکتا اُسکا عصائے حکومت خود اُسکی معرفت کا موجب ہوتا ہے پھر بادشاہ کی نسبت نہ پہچاننا کیا معنے رکھتا ہے۔ سوم مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ نے اپنے کلام میں اس حدیث سے بادشاہ مراد نہیں لیا جیسا کہ اُنکی عبارات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔ چہارم خلیفہ رسول صرف بادشاہ ہی کو نہیں کہا جاتا بلکہ حقیقی خلفاء اولیاء اللہ ہی ہوتے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے ظاہر ہے

(۱) علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔

(۲) العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی میری امت کے علماء نبیوں کے وارث ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اگر ان احادیث سے ظاہری علماء مراد لئے جائیں تو مقصود نبوی حاصل نہیں ہوتا۔ مدعا مشابہت انبیاء کی ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ انبیاء کو علاوہ علوم ظاہری کے باطنی برکات بھی دیئے جاتے ہیں جیسے معجزات اور اسرار معرفت الہی اور علوم لدنیہ اور

اطلاع برامور غیبیہ پس جن لوگوں کے پاس یہہ باتیں نہ ہوں وہ کیونکر انبیاء کے امثال ٹھیر سکتے ہیں۔ اور وہ کیونکر معجزات اور علوم لدنیہ کے وارث بن سکتے ہیں۔ پس ہمارے نزدیک ان احادیث میں علماء سے مراد وہ علما ہیں جنکو علاوہ ظاہری علوم کے باطنی علوم بھی دیئے گئے ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہی ہیں جیسے حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ السامی اور حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت امام غزالی رح اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی و حضرت شاہ ولی اللہ رح دہلوی و حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ لوگ ہیں جن سے اسلام کی برکات ظہور پذیر ہوئے اور جنکے کرامات آفتاب کی طرح عالم پر چمکے۔ ہمارے نزدیک ان احادیث سے ظاہر ہیں مسجدوں کے مولوی ملا مراد نہیں اگر مولوی ہدایت اللہ صاحب اپنے آپکو بھی ورثاء انبیا میں داخل سمجھتے ہیں تو پھر بڑا نشان نہیں کوئی چھوٹی سی کرامت ہی دکھائیں اگر یہہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم حضرت مسیح کی حیات جسمانی ہی ثابت کر دیں اور اگر کچھ بھی نہ کر سکیں تو خدا تعالے کا خوف کریں اور اولیاء اللہ کے مقابلہ کے لئے ناحق نہ کھڑے ہو جائیں۔ کیا وہ یہہ حدیث نہیں پڑھ چکے من عادا لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت کرتا ہے اُسے اجازت ہے کہ وہ میرے ساتھ لڑے۔ پس حضرت یہہ خدا تعالی کی لڑائی ہے ذرا سوچ سمجھکر نکلو یا تو خدا تعالی کی لڑائی سے باز آجاؤ و یا پورا سامان لیکر نکلو کیونکہ سلطان السلاطین رب العالمین سے لڑائی ہے۔ اور آپکا اپنی شروع اعتراض میں یہہ کہنا کہ ہم اس بات کے قایل نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی کامل یا ناقص طور پر نبی بنایا جائیگا۔ یہہ محض عوام کو دہوکا دینا ہے آپکا اعتقاد قطعًا خاتم النبیین کے مفہوم کے برخلاف ہے کیونکہ خاتم النبیین کا مفہوم یہہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بنایا پرانا نبی دنیا میں بعد رحلت نبی صلعم کے نہیں آسکتا۔ اور اگر کسی کا آنا مان لیا جائے تو وحی نبوت کے انقطاع کی عدم تسلیم لازم

آتی ہے اور لابدی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر شروع ہو جائیگا - اور اگر باوجود رجعت نبی کے انقطاع وحی نبوت مانا جائے تو سلب نبوت نبی لازم آتا ہے اور یہہ شان نبوت اور رحمت الہی سے بعید اور امر محال ہے - پس آپکے اعتقاد سے ثابت ہوا ظاہر ہے کہ آپ خود ختم نبوت کے قایل نہیں اور دوسروں کو الزام دیتے ہیں ذرا بجائے خود میری اس معروض کو آپ سوچیں اور پھر جواب دیں -

خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ آپ حضرت مسیح نبی اللہ کے دوبارہ آنے کے قایل ہیں اور یہہ بات ختم نبوت کے برخلاف ہے کیونکہ نبی کے ہوتے ہوئے وحی نبوت کا منقطع ہونا محال ہے -

قولہ - جو آپ پر ایمان نہ لایگا اُسکی نجات نہیں ہوگی - الخ

اقول - اگرچہ اس بات کا جواب حضرت مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کی عبارتوں میں جو ہم اوپر لکھہ چکے ہیں مذکور ہے مگر ہم طالبان حق کی زیادت بصیرت کے لیے چند اَور دلایل بھی لکھہ دیتے ہیں - پہلے آپ قرآن کریم کی اس آیت پر غور کریں -

ان الذین یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم ہ اولئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ ومالھم من ناصرین - (پارہ ۳) سورۃ آل عمران قریب نصف - ربع سوم - ترجمہ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالی کی آیتوں کے ساتھہ کفر کرتے ہیں اور انبیاء علیہم کو ناحق قتل کرتے ہیں اور اُن لوگوں کو جو شریعت الہی کے مطابق امر کرتے ہیں (یعنے انبیاء کے جانشین اور خلفا ہیں) قتل کرتے ہیں - پس تو یا رسول اللہ انہیں دُکھہ دینے والے عذاب کی خبر دے انکے اور دنیا و آخرت میں اعمال ضایع ہو چکے ہیں اور اُنکا کوئی مددگار نہیں -

اب اسمیں شک نہیں کہ مومن کی تکفیر اُسکے قتل سے بھی بدتر ہے کیونکہ جو شخص کسیکو کافر کہتا ہے - اُسکا یہی مطلب ہے کہ وہ خدا تعالی کی عنایت اور رحمت سے دور پڑا ہوا ہے اور خدا تعالی اُسکا دشمن اور وہ خدا تعالی کا دشمن ہے کیونکہ اللہ تعالی کافروں سے بیزار ہے - پس یہہ امر اس شخص کے حق میں

جسنے کافر کہا گیا ہے قتل سے بہی بڑھکر ہے۔ اور علاوہ ازیں یہہ مکفرین یعنے وہ مولوی جو حضرت
مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اگر قدرت پائیں تو انہیں ضرور قتل کر ڈالیں پس چونکہ انکا دلی ارادہ
اُنکے حرکات سے ظاہر ہے پس یہہ خدا تعالی کے نزدیک اس فعل کے مرتکب ہو چکے ہیں بحکم ولکل امرء
ما نوی اور اسجگہ یہہ شبہ پیدا نہ ہو کہ یہہ سزا قتل کی ہو قتل کی نہیں بلکہ تکذیب کی سزا ہے کیونکہ قتل
کی سزا اللہ تعالی اپنے قرآن کریم میں نار جہنم فرماتی ہے نہ عذاب الیم اور حبط اعمال اور یہاں عذاب
الیم اور حبط اعمال کی سزا مقرر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ اور مامورین الہی کی
مخالفت ہر ایک ظاہری اور باطنی کمال کے زوال کا موجب ہے* ۔پھر جبکہ رسول اللہ صلعم نے مسیح موعود
کی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوت ٹہرایا ہے جیسا کہ اس حدیث کو حضرت مولانا اسماعیل شہید
علیہ الرحمتہ اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں اور وہ یہہ ہے قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالی ثم تکون
خلافۃ علی منہاج النبوت ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالی ثم یکون
ملکا عاضا فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ تعالی ثم تکون ملکاً
جبریۃ فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ تعالی ثم تکون خلافۃ
علی منہاج النبوۃ ثم سکت کذا فی المشکوۃ ۔ ترجمہ فرمایا نبی کریم صلعم نے
جب تک اللہ تعالی کی مشیت ہے تم میں نبوت موجود رہیگی ۔ پھر اُسے خدا تعالی اُٹھا لیگا ۔ پھر
خلافت طریق نبوت پر ہو گی جب تک کہ مشیت الہی ہے ۔ پھر اُسے خدا تعالی اُٹھا لیگا پھر سلطنت
گزندہ ہوگی یعنی ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر آپس میں مُلک چھینا جائیگا ۔ پس یہہ سلطنت رہیگی
جب تک مشیت الہی ہے پھر اُٹھا لیگا اُسکو اللہ تعالی پھر ہو جائیگی خلافت طریق نبوت پر ۔ پھر
آگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے ۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آخری خلافت طریق نبوت پر ہو گی اور وہ خلافت
مسیح موعود اور مہدی مسعود کی خلافت ہے ۔ پس جو شخص اس خلافت کا منکر ہو جسکو رسول اللہ

صو پہر غلبہ اور تکبر کی سلطنت ہوگی ۔ اور وہ رہیگی جب تک کہ مشیت الہی ہے پہر اٹھا لیگا اس کو اللہ تعالے

* یہ آیت اس بات پر صریح دلیل ہے کہ مامورین الہی اور آمرین بالمعروف کی تکذیب عذاب الہی کا موجب ہے کیونکہ تکذیب ہی قتل کا اصل

بے طریق نبوت کی خلافت کہا ہو وہ مستوجب سزا نہیں تو اور کیا ہے ؟ -
ایک حدیث میں رسول اللہ صلعم نے یہہ بھی فرمایا ہو کہ وہ اُمت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں اور درمیانی زمانہ میں مہدی ہے اور اُسکے آخر میں مسیح ہے اور یہہ حدیث بروایت رزین مشکوۃ میں موجود ہے - اب قابل غور یہہ بات ہو کہ پہلی حدیث اور اس حدیث کو باہم ملانے سے معلوم ہوا کہ آخری خلافت جسکو خلافت منہاج النبوت کہا گیا ہے وہ مسیحی خلافت ہو اور طریق نبوت پر ہوگی - اب ہمیں مولوی صاحب تبلائیں کہ جب وہ اس خلافت حقہ کے منکر ٹھیرے تو مستحق سزا ٹھیرے ہو یا کچھ اور - حضرت یہہ وہی خلافت ہو جسکو رسول اللہ صلعم نے طریق نبوت کی خلافت کہا ہے - پس افسوس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آخری خلافت کا خلافت نبوت نام رکھیں اور آپ اُسی مجموعہ کفریات ٹھیرائیں سہ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا -
پھر آپ حضرت مرزا صاحب کے اس لفظ پر اعتراض کرتے ہیں کہ مجھے خدا نے کہا کہ تو اس طوفان کے وقت میں کشتی تیار کر جو شخص اُس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا جو انکار میں رہیگا اُس کے لئے موت درپیش ہے "
سو حضرت آپکے نزدیک کوئی طوفان ضلالت برپا نہیں مسجدوں میں بیٹھے روٹیاں توڑتے ہو آپکی جانے بلا کہ باہر کیا ہو رہا ہو؟ ذرا باہر نکلو عالم کی ہوا کھاؤ - رسول اللہ صلعم کے دشمنوں کو دیکھو - دین کی غیرت پیدا کرو - اپنی **مُردہ دلی** دور کرو - تو آپ کو پتہ لگے کہ اس وقت اس طوفان بے تمیزی میں کسی کشتی اور کسی ناخدا کی ضرورت ہے یا نہیں سہ تا ہدکان خانہ در گروی ہ ہرگز اے خام آدمی نشوی - حضرت یہہ وہی کشتی ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں فرمایا ہے الا ان مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھلک کذا فی المشکوۃ فی باب مناقب اھل البیت - یعنی میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مثال ہے - پس جو شخص اُسمیں سوار ہوگا وہ نجات پائیگا اور جو شخص اُس سے ہٹ رہیگا وہ ہلاک ہو جائیگا

بیہ حدیث صاف تبلا رہی ہے کہ اہل اللہ کی مثال کشتی کی مثال ہوتی ہے اور اُنکا اتباع کشتی کی سواری اور وہ ہر ایک طوفان سے نجات کا موجب ہے اور اُس کشتی سے روگردانی غرق ہلاکت میں پڑنا بلکہ ہلاک ہو جانا ہے۔

اب مولوی صاحب تبلائیں کہ اگر اس لفظ سے نبوت ثابت ہوتی ہے تو کیا پھر اہل بیت بھی ابتداء سے آج تک سارے نبی اور رسول ہی چلے آتے ہیں آپکے اس استدلال سے تو خدا جانے آنحضرت صلعم کے بعد کس قدر نبی ہو گذرے ہیں۔ واہ سبحان اللہ کیا کہنے ہیں آپکے فہم شریف کے۔ سے آفریں باد اںعقل و ہمت۔ حضرت اعتراض کرتے ہوئے کچھ تو غور اور فکر اور رائے صائب سے بھی کام لینا چاہئے۔ کیا آپنے شیخ سعدی صاحب کا بیہ شعر نہیں سنا ہوا سے آں راکہ عقل و ہمت و تدبیر و رائے نیست * خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست * حضرت آپکے وجود کی بھی کچھ ضرورت ہی نہیں ہیں جو آپ سے پہلے آپکے مورث اعلیٰ فقیہوں اور زلیبوں کے تھے آج جنکے نقش قدم پر آپ چل رہے ہیں۔ اُنہوں نے حضرت مسیح پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے تھے آپنے حضرت مسیح موعود پر۔ نہ وہ آپ سے کچھ زیادہ تھے اور نہ آپ اُن سے کچھ کم ہیں۔ آپ ہی جیسے دل گردے والوں نے آنحضرت صلعم کو صابی کہا تھا۔ آپ ہی کے بزرگواروں نے حضرت امام حسین کے قتل کے فتوے دیئے تھے۔ اور آپ ہی جیسوں نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کو اضل من ابلیس کہا تھا اور ابو عبد اللہ امام مالک ابن انس کو نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ قید کروا دیا تھا۔ اور صرف اتنا کہنے سے کہ طلاق المکرہ لیس بشیئ۔ اُنہیں ستر ضرب کوڑے لگوا کے پٹوایا تھا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل کو تین ماہ قید کروایا تھا۔ پھر آپ ہی کے امثال نے حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کو کافر کہا اور شہر بسطام سے سات مرتبہ نکلوایا اور حضرت ذوالنون مصری عارف باللہ کی مشکیں بندھوا کر بغداد کو بھجوایا اور بعض لوگوں کی ایک بڑی جماعت اُنکے برخلاف اُنکے کفر و زندقہ پر گواہی دینے کے لئے اُنکے ساتھ گئی تھی اسی طرح حضرت جنید بغدادی سلطان المحققین اعدل المشائخ سید الطائفہ کی تکفیر ہوئی

علیٰ ہذا القیاس حضرت سہل عبد اللہ بن تستری اور حضرت ابو الحسن قوشنجی اور حضرت محمدؒ بن افضل بلخی اور حضرت ابو عثمان مغربی اور حضرت ابوبکر شبلی اور حضرت سمنون بن حمزہ۔ حضرت ابو محمد صبیحی حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی حضرت تاج الدین سبکی۔ حضرت عزیز الدین عبد السلام۔ حضرت پیران پیر شیخ الاسلام محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ حضرت شیخ الطائفہ شیخ محی الدین ابن عربی۔ حضرت مولوی معنوی جلال الدین رومی۔ حضرت مولوی عبد الرحمان جامی۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار وغیرہ اولیاء اللہ کو کافر کہا گیا اور اُنکے کفر اور الحاد اور زندقہ میں بڑی بڑی بسوط کتابیں لکھی گئیں۔

پھر حضرت آپ ہی کے بزرگوار مقبولوں کے فتویٰ سے حضرت حسین بن منصور حلاج جو عوام میں شاہ منصور کے نام سے مشہور ہیں دار پر چڑہائے گئے۔ اسی طرح حضرت امام غزالی اور حضرت امام تقی الدین ابن تیمیہ۔ حضرت امام ابن قیمؒ۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ حکیم اُمت دہلوی۔ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت خلیفہ سید احمدؒ بریلوی۔ حضرت مولانا محمدؒ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اور حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی یہہ سب لوگ آپ جیسے مقبولوں کے ہاتھہ سے جان بلب ہوکر دُنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ اب میں کہاں تک گنتا جاؤں۔ نہ یہ پاک لوگ تختہ عالم سے مٹیں اور نہ آپ اور آپکے آیندہ جانشین ان ناشائستگیوں سے باز آنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہمیشہ جاری رہی ہی اور آیندہ جاری رہیگی۔ مگر آپ اور آپکے امثال تباہ ہوجائینگے اور ان پاک لوگوں کا نام تا قیام قیامت صفحہ ہستی پر باقی رہیگا۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔

آپکی مانند صدہا مولوی مُلّا جہان میں موجود ہیں اور اُنکا نام و نشان نہ رہیگا۔ مگر یہہ **امام برحق** قیامت تک صفحہ ہستی میں مکتوب اور اہل عالم میں مشہور اور آیندہ نسلوں کے لئے اُسوہ اور نمونہ

ہوگا ۔ حضرت آپکی حالت بہت ہی قابل رحم ہے مگر یہہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کے علم میں آپ کس
امر کے مستحق ہیں ۔ امام شعرانی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب یواقیت میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی
عداوت آخر تنصر کی حالت تک پہونچا دیتی ہے خدا تعالی آپکی حالت پر رحم کرے ۔

اب ہم حاضرین سے صرف یہہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہہ سنت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے کہ خدا تعالی
کے پیارے بندوں کے کوتہ اندیش دشمن ہر زمانہ اور ہر وقت میں ساتھہ ہی ساتھہ چلے جاتے ہیں ۔
آپ لوگوں کو بہت ہی سمجھہ سوچکر انکے پیچھے قدم اُٹھانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہہ لوگ آپکو کسی تاریک
گڑہے میں لیکر گر پڑیں ۔

خدا تعالی کی یہہ جاری ساری سنت ہے کہ وہ متلاشیان حق کو راہ حق دکہلاتا ہے اور انکو
ضایع نہیں ہونے دیتا مگر متکبروں اور کور باطنوں کو وہ کبھی راہ حق نہیں دکھلاتا اور دن بدن انکا
روگ اور مرض بڑھتا چلا جاتا ہے فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا یعنے انکے
دلوں میں مرض ہے پس خدا نے انکے مرض کو بڑھا دیا ۔ یاد رکھو کہ یہہ مخالفت کی سنت انبیاء اللہ
ہی کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور یہہ ہی صداقت کی ایک دلیل ہے ۔ دیکھو حضرت آدم صفی اللہ
کے مقابلہ میں ابلیس ملعون نے مخالفت پر کمر باندھی ۔ ایسا ہی حضرت نوح ؑ کے مقابلہ میں
انکی قوم کے سرکشوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مقابلہ میں ایک سرکش بادشاہ
نمرود نے ۔ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں بدبخت فرعون نے حضرت عیسیٰ کے
مقابلہ میں نادان یہودیوں نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بے وقوف ابو جہل اور اُسکے دیگر امثال
فراعنہ عرب نے مگر بموجب حکم والعاقبۃ عند ربک للمتقین یعنی انجام کار فتح تیرے
رب کے نزدیک متقین کے لئے ہے ۔ آخر انبیاء اللہ ہی جیت گئے اور یہہ تمام
ناپاک دشمن فنا ہوگئے ۔ ایسے ہی یاد رکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کا
حال ہے اُن کے مقابلہ میں بھی ابوالحکم ابو جہل کہلائے گا اور آخر خدا تعالی کے

غضب کے نیچے آکر مارا جائیگا۔ جب احمدؐ کے دشمن ابوالحکم کا نام ابوجہل ہوا تو اُسکے غلام مسیح موعودؑ کے دشمنوں کا نام بھی وہی ہوگا۔ کیا ابھی تک آپکو تجربہ نہیں ہوا کہ ساری قوم کا مسلم مولوی٭ دنیا کی نظر میں نہ صرف حقیر بلکہ مخذول اور مطرود ہوگیا ہے اور اسکا علم خدا تعالے نے چھین لیا ہے سبحانہ ما اعظم شانہ۔

اب ذیل میں ہم **حضرت مرزا صاحب کا مذہب** جو آپنے اپنے رسالہ **ازالہ اوہام** میں لکھا ہے بیان کر کے حاضرین سے انصاف چاہتے ہیں۔

وھو ھذا

ہمارا مذہب

زعشاق فرقان و پیغمبریم ٭ بدین آمدیم و بدین بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبّ لباب یہہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھہ ہم بفضل و توفیق باریتعالی اس عالم گذران سے کوچ کرینگے یہہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جنکے ہاتھہ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہونچ چکی جسکے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالی تک پہونچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھہ اسبات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اُسکی شرایع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اسبات پر بھی ایمان ہے کہ ادنے درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلعم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلے درجات بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ

٭ اب تو یہہ مولوی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے خدا تعالی کے غضب کے نیچے آگیا ہے دیکھو اشتہار ۲۱ نومبر سنہ ۱۸۹۸ء ۱۲ منہ

شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ہیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے اور ہم اسبات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلعم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں انکی کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں۔ اور انہیں بعض ایسے جزی فضایل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ غرض ہمارا اُن تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلعم خدا تعالی کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہونچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقایق اور معارف قرانیہ اور دقایق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف و الہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں۔ محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں حالانکہ معارف مخفیہ قرآن و حدیث ہمیشہ اہل کشف پر کھلتے رہے ہیں اور صلحائے وقت انکو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدا تعالی کا الہام و ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزا اُسکو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اُسکے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف و الہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قایم مقام سمجھتے رہے ہیں* ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷

چوتھا اعتراض۔ قولہ

ہمارا ایمان ہے کہ جس چیز کو خدا تعالی اور اُسکے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے جو شخص اُسکو نون مرچ لگا کر حلال بناوے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

آپکے پیر حضرت مرزا صاحب نے اللہ دیا ساکن انبالہ تائب از طوائف سے تخمیناً ..... ۱۰۰۰ روپیہ حاصل کردہ اُجرت زنا لے لیا۔ جب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱ بضمن سوال ہشتم اُجرت زنا کے حاصل کردہ روپیہ کا طعنہ بدیں الفاظ دیا۔ سوال ہشتم ایسا شخص اگر

* پس حضرت مرزا صاحب کے ایسے منطوقات صریحہ کا انکار اور خلاف کرنا بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔

جھوٹ بھی بولتا ہو۔ لوگوں کا مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو ناجائز مال اُجرت زنا وغیرہ کام میں لاتا ہو الخ
تو آپ نے اُسکے جواب میں اس قطعی حرام کو حلال بنانے کے واسطے یہ قانون وضع کیا۔ اصل حقیقت
یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور مال اُسکی ملک ہے۔ الخ

اقول حاضرین کو واضح رہے کہ اس مقام میں مولوی ہدایت اللہ صاحب نے سخت خیانت
کی ہے اور ایک خلاف واقعہ امر کو حضرت اقدس مرزا صاحب کے ذمہ ایک سنگدل مشہور
دشمن کے حوالے سے لگا دیا ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں پنجابی میں ایک مثل مشہور ہے کہ "دشمن بات
کرے اَنہونی" محمد حسین بٹالوی نے آجتک کونسا دقیقہ عداوت حضرت مرزا صاحب کے حق میں
اُٹھا رکھا ہے جو یہ اُٹھا رکھتا۔ حضرت مرزا صاحب کو اُسنے کافر کہا۔ دجال کہا آپکے برخلاف عیسائیوں
کے ساتھ ملکر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مشنری امرتسر کے مقدمہ میں بمقام بٹالہ بعدالت
کپتان ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور عیسائیوں کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کے
برخلاف شہادت دی پھر آپ خود ہی انصافاً تبلائیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کا بیان کہاں تک قابل
اعتبار و وثوق ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں جہاں سے مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی یہ عبارت دربارہ الزام
وضع قانون نقل کی ہے اُس مقام کو آپکے اس الزام کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہیں۔ بلکہ
آپ نے ازراہ خیانت اُس مقام کے سیاق سباق کا لحاظ نہیں کیا اور دیدہ و دانستہ اوپر کی عبارت کو
چھوڑ کر لوگوں کو دہوکا دیا ہے۔

ہم ذیل میں اُس عبارت کو نقل کرتے ہیں جس میں مولوی صاحب اس خیانت کے ناجائز
فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے :۔

قولہ ایسا شخص اگر جھوٹ بولتا ہو لوگوں کے مال ناجائز مارتا ہو الخ تو پھر وہ اگر اُسکی کوئی پیشگوئی
سچی نکل آوے ملہم ولی محدث اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔ یہ عبارت **شیخ بٹالوی** کی ہے۔
(اب آگے **حضرت مرزا صاحب کا جواب** چلتا ہے)

اقول - آپ جیسے نابکار معترضین نے انبیا پر بھی یہی الزام لگائے تھے - حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ کی تہمت حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر مال حرام کی - اور اس زمانہ کے کور باطن عیسائی وغیرہ ایسے ہی الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں کہ فلاں قافلہ کا مال بغیر کسی موقعہ لڑائی کے لوٹ لیا چنانچہ ان الزاموں سے انکی کتابیں بھری پڑی ہیں - اب اگر یہہ سوال ہو کہ ایک شخص سے ہزاروں خون بھی ہوگئے اور مال بھی لوٹے تو وہ کیونکر نبی صادق ٹھیر سکتا ہے تو ایسے جاہل کا یہی جواب ہوگا کہ اُن کاملوں کی وجہ سے جو بجز راستبازوں کے کسی کو نہیں مل سکتے - عقلمند انسان اُن نوروں کی چمک دیکھکر اُن امور کی صحیح تاویل آپ اپنی عقل خداداد سے سمجھ لیگا اور جاہل اعتراضوں پر جمے گا اور سیدھا جہنم کی طرف جائیگا - اصل حقیقت یہہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اُسکی ملک ہے - پھر جب انسان نافرمان ہوجاتا ہے تو اُسکی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اُس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاواسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور اُنکی جانوں کو معرض عدم میں پہونچا دے اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہہ تجلی قہری نازل فرماوے بات ایک ہی ہے اسی طرح خضر کے کاموں کی مانند ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیا اور محدثین پر اُنکی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ اُن کاموں کے لئے مامور کئے جاتے ہیں اور اُن کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں -

پس مرزا صاحب تو اسے الزام ٹھیراتے ہیں اسکا ثبوت بذمہ معترضین ہے - باقی حصہ عبارت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے - پس اس عبارت میں غور کرو اور دیکھو یہہ قانون جسکے وضع کا آپ حضرت مرزا صاحب کو الزام دیتے ہیں یہہ انبیاء اللہ کا قانون ہے جس کو مقنن حقیقی نے انبیاء کے حق میں وضع کیا ہے - ذرا آنکھیں کھولکر دیکھو کہ یہہ قانون انبیاء اللہ کے متعلق قرآن مجید بیان فرماتا ہے - یا حضرت مرزا صاحب نے خود اپنے لئے وضع کیا ہے - کیا حضرت موسیٰؑ نے جہاد میں مال غنیمت حاصل نہیں کیا - کیا ہمارے نبی ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کا لوٹا ہوا مال قبول نہیں فرمایا ذرا ان آیات کو دیکھو اور آنکھیں کھولو

اور خدا سے ڈرو۔ فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً و اتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم
یعنی مال غنیمت حلال طیب ہے اُسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔ دوسری آیتہ
ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شئی قدیر یعنی اللہ تعالیٰ جس پر
چاہتا ہے اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ افسوس مولویوں کی وہ اپنی
آنکھ نہیں کہ وہ راستی نہیں دیکھ سکتے۔

ہم مولوی صاحب کو پوچھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے تو کہیں بھی اُجرت
زنا کو حلال نہیں فرمایا مگر بعض مولویوں نے ایسے مال کی حلت کا ضرور فتویٰ دیا ہے۔ اور بعض
اماماں مساجد اسے کھا بھی جاتے ہیں اور بعض فقہا نے نمک ڈالکر خمر کا سرکہ بنانے کو بھی
جائز رکھا ہے اور وہ سرکہ اُنکے نزدیک حلال اور قابل استعمال ہے۔ اب آپ بتلائیں کہ یہ لوگ
آپکے نزدیک کافر ہیں یا مومن۔ پہلے آپ ان لوگوں کے حق میں فتوے دیں
پھر ہماری طرف رُخ کریں۔

پھر آپ حضرت مسیح ابن مریم عیسیٰ کو گالیاں دینے کا الزام دیتے ہیں کہ گویا حضرت
مرزا صاحب نے معاذ اللہ حضرت مسیح ابن مریم پیغمبر خدا کو گالیاں دی ہیں۔ حضرت
یہ محض آپکا دروغ بیفروغ اور بہتان عظیم ہے سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ آپکا
یہہ کلمہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سخت مکروہ اور شنیع ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان
یقولون الا کذباً۔ اس مقام میں ہم حضرت مرزا صاحب کی اپنی عبارات کو جو انہوں نے
اپنی کتاب نور القرآن کے ٹائیٹل پیج یعنی سرورق کے دوسرے صفحہ میں اور کتاب آریہ دھرم
کے سرورق کے دوسرے صفحہ میں اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۹ و ۱۰ حاشیہ میں لکھی ہے
بعینہ نقل کر کے پبلک پر واضح کرتے ہیں۔ کہ یہہ خیانت پیشہ معترضین کسقدر انصاف اور
راستی سے ناآشنا اور خدا تعالیٰ سے نڈر ہو گئے ہیں۔ حاضرین ذرا غور سے سنیں :۔

ناظرین کے لئے ضروری اطلاع۔ ہم اسبات کو افسوس سے

ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نور القرآن ایک ایسے شخص کے مقابل پر جاری ہوا ہے کہ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے
سید و مولا نبی صلعم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیبین اور
سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا انکے سننے سے بدن
کانپ جاتا ہے۔ لہذا محض ایسے یاوہ گوؤں کے علاج کے لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا ہم ناظرین پر ظاہر کرتے
ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے
سچے نبی اور اوسکے پیارے تھے اور ہمارا اسبات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے
اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولی محمد مصطفےٰ صلعم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے۔ اور
حضرت موسیٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم انکی حیثیت کے موافق
ہر طرح انکا ادب لحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوے
کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی اُن بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا
تھا جنکی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔
قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت
حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعوی کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے
بہتر تھے گالیاں دیں سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ
کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات
میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سنکر
اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جنکو اندھے اور نابینا کہنا چاہئے عیسائیوں کو معذور سمجھتے ہیں
کہ وہ بیچارے کچھ بھی منہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلعم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے
کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے
پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے
جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر دیکھ لیوے۔ اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے

طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کرینگے ہم بھی اُن کے ساتھ ادب سے پیش آوینگے۔ اب تو وہ خود یسوع پر حملہ کر رہے ہیں کہ کسی طرح سب و شتم سے باز ہی نہیں آتے ہم سنتے سنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اسکے باپ کو گالی دے اور ہمنے تو جو کچھ کہا واقعی کہا وانما الاعمال بالنیات۔ خاکسار غلام احمد۔ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء۔

اب خیال کرنے کی بات ہے کہ کس قدر خیانت اس معاملہ میں کی گئی ہے جو کچھ حضرت اقدس کے ذمہ لگایا گیا ہے حضرت مسیح کی دشنام دہی کی نسبت وہ سراسر بہتان عظیم ہے حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کی کتابوں سے لکھا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ہم ہر ایک امر کو اسی وقت بائیبل سے نکالکر دکھا سکتے ہیں۔

دنیا میں الزامی جواب کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے پھر حضرت مرزا صاحب کے الزامی جوابوں پر کیوں شور مچایا جاتا ہے خوبیہ ملا مولوی کچھہ تو کر نہیں سکتے اور نہ اسلامی غیرت ان کے درمیان باقی رہگئی ہے مگر چلتی گاڑی میں ضرور روڑا اٹکاتے ہیں۔ خدا کا خوف کریں کیا دشمنوں کی گالیاں جو رسول اللہ صلعم کو دیجاتی ہیں انہیں خوش لگتی ہیں افسوس۔ افسوس۔ افسوس

دوسری عبارت

آریہ دھرم کے ٹائیٹل پیج کا آخری صفحہ

قابل توجہ ناظرین

اسبات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تہا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ در حقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تہے اور آنحضرت کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹ مار وغیرہ

ناموں سے یاد کرتا تہا۔ یہہ بھی کہتے ہیں کہ یہہ شخص ہمارے نبی صلعم کا سخت مکذب تھا اور اُس نے
یہہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئینگے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ
قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لیئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف
فرمادیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہوکر خدائی کا دعوی کرے تو ہم اُسکو جہنم میں ڈالینگے ومن یقل منہم
انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین۔ اسی سبب سے ہم نے
عیسائیوں کے یسوع کے ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا۔ جو سچے آدمی کی
نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آوینگے
اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعوی نہ کرتا۔ پڑہنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت
الفاظ کا مصداق حضرت عیسی علیہ السلام کو نہ سمجھہ لیں بلکہ وہ کلمات اُس یسوع کی نسبت لکھے
گئے ہیں جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔

(تیسری عبارت۔ نقل از ضمیمہ انجام آتھم نمبر ۸ و ۹ حاشیہ)

بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اسکی چال چلن سے کچھہ غرض نہ تھی۔ اُنہوں نے ناحق
ہمارے نبی صلعم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ اُنکے یسوع کا کچھہ تھوڑا سا حال اُنپر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی
پلید نالایق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلعم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ
اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مُردہ پرست ہے ہمیں اسبات
کے لئے مجبور کردیا ہے کہ ہم بھی اُنکے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح رہے
کہ خدا تعالی نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھہ خبر نہیں دی کہ وہ کون تہا۔ اور پادری اس بات
کے قایل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوی کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار
رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود کا انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی
آئینگے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں
دے سکتے۔ چہ جائیکہ اُسکو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیئے کہ بدزبانی اور گالیوں کا

طریق چھوڑ دیں۔ ورنہ نہ معلوم خدا کی غیرت کیا کیا انکو دکھلائیگی اور ہم اسجگہ نیز مسیح کی سفارش کرتے
ہیں کہ بزرگ پادری ضرور اسکو اس خطرناک خدمات پادریانہ منصب سے علیحدہ کردیں اور اسکو اس نوکری
سے موقوف کردینا سراسر اسپر احسان ہے ورنہ معلوم نہیں کہ اس گندی پلید زبان کا انجام کیا ہوگا منہ۔

اب ہمیں سامعین بتلائیں کہ مولوی ہدایت اللہ صاحب نے کس قدر اس مقام میں بے انصافی کی
ہے اور کہاں تک عیسائیوں کی حمایت میں اپنا زور لگایا ہے۔ سچ تو یہہ ہے کہ آپ بوجہ عداوت
ولی اللہ تنصر کی غایت تک پہونچ گئے ہیں اور یہی ہمکو ثابت کرنا تھا۔ سو خدا تعالی نے انکی اس بیجا
حرکت سے ثابت کردیا کہ وہ عیسائیوں کے دل سے خیرخواہ اور اڑے وقت میں کام آنے والے
اور ان کا ہاتھہ بٹانے کے لیئے نہایت مستعد اور تیار ہیں۔ بلکہ انکی طرف سے کفارہ ہو چکے ہیں کیونکہ
امید ہے کہ ایسی بیجا باتوں کی وجہ سے آپ ضرور ایک نہ ایک دن غضب الہی کی سولی پر کھینچے جائینگے
اس مقام میں یہہ بھی واضح رہے کہ بعض رسالوں میں حضرت مرزا صاحب نے یسوع کے لفظ
سے حضرت مسیحؑ کو ہی مراد رکھا ہے سو اسجگہ الوہیت کا مدعی اور سارے اگلے نبیوں کو جھوٹے
اور بٹمار خیال کرنے والا یسوع مراد نہیں ورنہ وہ کبھی حضرت عیسیٰؑ ہو سکتے ہیں بلکہ اس
مقام میں خاص تفہیم کے لحاظ سے عیسائیوں کا متداول لفظ اختیار کرکے حضرت عیسیٰؑ مراد لئے گئے
ہیں اور اسی لیئے اس لفظ کو اپنے اس خاص محل میں نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھہ ذکر کیا گیا
ہے دیکھو ہمارا فرق صالح۔ حضرت مرزا صاحب نے یہہ کسی جگہ نہیں فرمایا کہ اس لفظ کو حضرت
مسیحؑ کے حق میں استعمال کرنا ہی ناجایز ہے۔ بلکہ آپکے کلام سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس لفظ
کا مسمیٰ عیسائیوں کے نزدیک جن صفات کیساتھہ موصوف سمجھا گیا ہے وہ صفات حضرت مسیحؑ
میں نہیں اور نہ ان صفات کا موصوف نبی اللہ اور راستباز ہو سکتا ہے۔ پس وہ عیسائیوں
کے نزدیک کوئی ہو اپنی صفات کے اعتبار سے مسلمانوں کے نزدیک سچا اور راستباز نہیں ہاں
اگر اس لفظ سے حضرت مسیح بحیثیت اپنے منصب اور صفات کے مراد لئے جائینگے تو پھر وہ لفظ ایک
راستباز کے حق میں باعتبار انکی صفات کے اپنے سچے معنوں کی رو سے بولنا جایز متصور ہوگا۔

اور وہ لفظ نہ اپنی لفظی حیثیت سے بلکہ اپنے مفہوم معنوی کی جہت سے معظم ٹھیر جائیگا - فلا
نزاع فیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر مولوی ہدایت احمد صاحب یہہ شکایت بھی کرتے ہیں
کہ مرزا صاحب نے مولویوں کو بھلا برا کہا ہے اور اُن کے حق میں بہت سخت کلام کی ہے
سو حضرت اسکا تو اتنا ہی جواب ہو کہ حضرت سید الکونین خاتم المرسلین
نے مسیح موعود کے زمانہ کے مولویوں کو یہودی ٹھیرایا ہے اور فرمایا ہے لتتبعن سنن
من کان قبلکم یعنے تم یہود کی چال چلنے لگوگے - اور دوسری حدیث میں بروایت حضرت
علی مرتضے رض مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علی الناس
زمان لا یبقے من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ مساجدھم
عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء منھم
تخرج الفتنۃ وفیھم تعود کذا فی المشکوۃ صفحہ ۳۸ - یعنی ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ
اسلام کا لوگوں میں نام ہی نام باقی رہجائیگا اور رسمی طور پر قرآن مجید پڑھا جائیگا یعنے
قرآن کا علم اُٹھا لیا جائیگا - اور اُن لوگونکی مسجدیں آباد ہونگی اور اُنمیں ہدایت نہ ہوگی -
ایسے زمانہ کے علما آسمان کے نیچے سب شریروں سے زیادہ شریر ہونگے - اُنہیں سے ہر ایک فتنہ نکلے گا
یعنی وہ فتنہ کی جڑھ ہونگے (خصوصاً فتنہ تکفیر مسلمین) اور پھر یہہ فتنہ ان میں واپس جائیگا
اب مولوی صاحب خود بتلائیں کہ آیا اس حدیث کا مضمون اس زمانہ میں پورا ہوا ہے یا
نہیں اور مسجدوں کی کیا حالت ہو میں تو ادب کرتا ہوں ورنہ آپ لوگوں کی مسجدوں کو غیبی گھر
کہدوں یا غیبت خانہ - مدت العمر آپ انہیں حنفیوں کی شکایتیں کرتے رہے
ہیں - اور اب حضرت مرزا صاحب اور اُنکی جماعت کی برائیاں اُنہیں
ہوتی ہیں - آپکی قرآن خوانی اور قرآن دانی بھی معلوم ہے - مخالفین مذہب کے
ایک اعتراض کا آپ لوگ جواب نہیں دے سکتے - اگر ایک سرکاری مدرسہ کا لڑکا آپکے
سامنے پیش ہو جائے تو آپکی ساری علمی بضاعت خاک میں مل جاتی ہے - بجائے اسکے کہ آپ

اُسکے معقول جواب دینے تکفیر کے چابک لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ کیا قرآن کا یہی علم ہے۔ علما کی صفت کی نسبت جو کچھہ اس حدیث میں مذکور ہے مجھے اُسکی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ لوگوں کی سوانح عمری اور خصوصاً موجودہ حالت شاہد عادل ہے۔ میں ادب کی وجہ کچھہ نہیں کہہ سکتا اور آپکے فتنہ کا حال تو ظاہر ہی ہے۔ گھر گھر رونا پڑا ہوا ہے۔

اب آپ حضرت مرزا صاحب کو جو چاہیں سو کہیں۔ مگر خبردار ان حدیثوں کے فرمانے والے کا ادب نگہ رکھنا ورنہ خیر نہیں۔

پانچواں اعتراض مولوی صاحب کا یہہ ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ کسی کو خدا کا بیٹا کہنا یا کہنا جایز سمجھنا موجب کفر ہے۔ خواہ اپنے دل میں کوئی معنے مراد ہوں۔ بدلیل قولہ تعالیٰ قالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ ذلک قولہم بافواھہم یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یوفکون ٥

اقول - ای حضرت حضرت مرزا صاحب نے کب اور کہاں اپنے آپکو اور حضرت مسیحؑ کو حقیقتاً ابن اللہ کہا ہے وہاں تو لفظ استعارہ خود موجود ہے کیا آپ استعارہ کے معنے بھی نہیں جانتے۔ خدا کا خوف کیجئے اور اسقدر بہتان نہ لگائیے۔ بہتان کی کوئی حد بھی ہونی چاہئے۔ کیا آپکی پیش کردہ آیت میں بھی استعارہ کا لفظ ہے کہ یہود نے اور نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت مسیحؑ کو استعارۃً ابن اللہ کہا ہے اس لیے ہم اُن کو کافر ٹھیراتے ہیں حضرت نصاریٰ اور یہود ان دونوں بزرگوں کو حقیقتاً ابن اللہ کہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اُنکے جواب میں کہتا ہے کہ یہہ اُنکی مُنہ کی جھوٹی باتیں ہیں بکواس کرتے ہیں۔ حضرت عزیر اور حضرت مسیحؑ خدا تعالیٰ کے حقیقی بیٹے نہیں۔ اب اس میں استعارہ کا لفظ کہاں موجود ہے۔ توریت میں ابن اللہ کا عام محاورہ پایا جاتا ہے جس کے معنے صرف محبوبتہ کے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب آپکے پیشوا بھی اپنے پرچہ اشاعۃ السنہ میں اس بات کو مان چکے ہیں۔ پس اسکو حقیقی معنوں پر

محمول کرنے کی وجہ سے یہہ لفظ معیوب سمجھا گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسکی تردید فرمائی
خود حضرت مرزا صاحب جہاں سے یہہ اعتراض لیا گیا ہے وہاں یہہ عبارت تحریر فرماتے ہیں
جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرۂ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت
ہے۔ حضرت اعلےٰ واجب الوجود کے ساتھہ برابر ٹھیرا دیا ہے" انتہے بلفظہ۔
پس دیکھو حضرت مرزا صاحب نے اُس ناپاک تثلیث کو جو عیسائیوں میں پائی جاتی ہے اور اُس
ابنیت کو جو نصاریٰ کے معتقدات میں داخل ہے ناپاک طبیعتوں کا ایجاد فرمایا ہے۔
اور حضرت مرزا صاحب کا اس مقام میں استعارہ کے لفظ سے اُس مرتبہ کی طرف اشارہ
ہے جو محبوبیت کا مرتبہ ہے اور قرآن کریم کی اس عبارت سے مستنبط ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ
فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا یعنے اے مومنو تم اللہ تعالیٰ کو اس طرح
یاد کرو جیسے کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر۔ اب اس آیت سے صاف
ظاہر ہے کہ تم ذکر الٰہی کے وقت خدا تعالیٰ کے ساتھہ ایسا پیار کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو پیار
کرتے ہو اور اُسی بڑائی سے اُسکا نام لو جیسا کہ ہمعصر لوگوں میں اپنے بزرگوں کا فخر کرتے ہو
بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اب مولوی صاحب غور کریں کہ اس آیہ میں
اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو باپوں کے ذکر کے ساتھہ مشابہ کیا ہے تو پھر کیا اس سے اُس مرتبہ
محبوبیت کی طرف اشارہ نہیں جو ابن کو اب یعنے بیٹے کو باپ کی نظر میں ہوتا ہے ذرا سوچنا
پھر دیکھو ایک حدیث میں جو طبرانی میں موجود ہے یہہ الفاظ آئے ہیں الخلق کلھم عیال اللہ
واحبھم الیہ انفعھم لعیالہ یعنے خلقت ساری کی ساری اللہ کا عیال یعنے بال بچہ ہے
اور انہیں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا وہی ہے جو اُسکے عیال کی نفع رسانی میں سب سے آگے بڑھتا
ہے یا یوں کہو کہ اُنہیں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیار کرنے والا اُسکے عیال کو نفع پہونچانے میں سب سے
بڑھکر ہے۔ اب دیکھو کہ اس حدیث میں تشبیہہ کا لفظ ہی نہیں۔ صاف لفظوں میں خلق کو عیال اللہ
کہا گیا ہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ الناس اعداء لما جھلوا یعنے انسان جس بات کو

جانتا ہیں اور جسکی سمجھ میں نہیں آتی اُسکا وہ دشمن ہوتا ہے۔ سو اس مقام میں بھی محض نافہمی کی عداوت ہے۔ دیکھو مولانا روم صاحب بھی فرماتے ہیں سے اولیا اطفال حق اند اے پسر پس ان اعتراضات کی بنا پر تو آپ کو تمام اولیاء اللہ کو کافر کہنا پڑے گا۔

حضرت اصل بات یہی ہے جس کو میں کئی دفعہ لکھہ چکا ہوں۔ کہ آپ کو اولیاء اللہ سے دلی عناد ہے اور اُنکے کلام اسرار نظام کے سمجھنے سے آپ قاصر ہیں۔ پس اب ہم آپکی یہہ حالت دیکھکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں اور دل سے یہہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی آپکو ہدایت نصیب کرے اور فہم سلیم عطا فرماوے اور روحانی زندگی بخشے۔

بالآخر میں حاضرین سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہوں کہ میری اس تمام تقریر سے جو میں نے مولوی ہدایت اللہ صاحب کے اعتراضات راکیکہ کے جواب میں پڑھی ہے آپ لوگوں کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہوگا کہ مولوی صاحب نے اپنے اعتراضات میں حد درجہ کی ناانصافی اور بد دیانتی کو کام فرمایا ہے اور اندھوں کی طرح ادہر اُدہر لاٹھیاں چلائی ہیں۔ پس آپ حق کے طالبو جن لوگوں کی دیانت اور امانت کا یہہ حال ہو اُنپر انصاف پسندی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

میں شکی طور پر نہیں بلکہ یقین و وثوق اور ذاتی تجربہ کے ساتہہ کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب اور اُنکے امثال حضرت اقدس مرزا صاحب کے مقابلہ میں دیانت اور راستی سے قطعاً دست بردار ہو گئے ہیں۔ اگر کسی کو میرے اس دعوی کی تسلیم میں تردد ہو تو وہ اس بات کا جواب دے کہ مولوی صاحب اور اُنکے امثال کیوں ایسے خلاف واقعہ اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ پس دو حال سے خالی نہیں کہ مولوی صاحب نے یہہ خلاف واقعہ بیان یا تو محض اپنی لاعلمی اور ناواقفی کی وجہ سے لکھا یا ہے اور یا محض حسد اور عناد کی سبب سے انصاف اور راستی کا خون کیا ہے وجہ اول تو اس لئے قرین قیاس ہو کہ اولیاء اللہ اور مامورین کی مخالفت اور عداوت کا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ اہل کمال کا کمال اور اہل علم کا علم اور زاہدوں کا زہد و تقوی مامورین الہی کی مخالفت سے ضایع ہو جاتا ہے اور اُنکی وہ تمام قوتیں جنکے ذریعہ سے وہ دوسروں پر فوقیت کا فخر رکھتے ہیں مسلوب ہو جاتی ہیں اور بڑا عذاب الیم اُنکے لئے یہہ

ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی سچی تفسیر اور اسرار اور معارف قرآنی کے صحیح فہم سے وہ بکلی بے نصیب ہو جاتے ہیں اور مغز شریعت تک پہنچنے کی استعداد اُنسے چھین لی جاتی ہے صرف خشک زہد اور کورانہ تقلید اُنکے ہاتھ میں باقی رہجاتی ہے اور صداقت اور راستی اور اعمال صالحہ کی بجا آوری کی توفیق اُنہیں نہیں ملتی اور سچی معرفت کا نور اُنکے اندر نہیں چمکتا اور اُنکی وجاہت اور مقبولیت کا چہرہ مسخ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ معرفت الٰہی کے درجات علیا سے وہ نیچے گرائے جاتے ہیں اور خدا تعالٰی کی قہری تجلی کا ہاتھ اُنہیں ہلاک کر دیتا ہے اور اُس کے غضب کی آسیا کے نیچے پیس دیئے جاتے ہیں۔ سو غالباً مولوی صاحب کو بھی یہی آفتیں پیش آگئی ہیں۔

اور دوسری وجہ اس لیئے قابل تسلیم ہے کہ یہہ مولوی ملاجن کو خود پسندی اور نخوت کا مہلک مرض اندر ہی اندر کہا رہا ہے ماموران الٰہی کی عظمت اور بالائی اور شرف کو جو اللہ تعالٰی کی طرف سے انکو نصیب ہوتا ہے حسد اور بغض کی وجہ سے قبول نہیں کر سکتے۔ اور وہ رفعت اور عزت جو اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے اُس سے طبعاً کارہ اور متنفر ہوتے ہیں۔ اس لیئے بمجوائے آیہ کریمہ حسداً من عند انفسہم و آیہ کریمہ بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ اُنسے بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ اور ناگفتنی باتوں سے اُن راستبازوں کو دُکھ دیتے اور ملزم ٹھہراتے ہیں۔ پس یقیناً مولوی صاحب اس شقاوت کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔

اب میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ خدا تعالٰے سے ڈریں۔ اور ان لوگوں کی طرح بدظنی اور بدگمانی میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ بلکہ تحقیق اور تفتیش اور تفحص اور تلاش حق کو اپنا پیش کار بنائیں۔ تاکہ اللہ تعالٰے آپ کو حق طلبی اور حق بینی کی توفیق عنایت فرمائے۔ یقیناً سمجھو۔ کہ بدظنی سے بدگوئی اور بدگوئی سے بغض و عناد اور بغض و عناد سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔ پس ایسے اسباب سے قطعاً مجتنب رہو جو اہل اللہ کی عداوت کا موجب ہوتے

ہوتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ اہل اللہ کی عداوت خیبت و خسران کا پھل لائے بغیر نہیں رہتی۔

پس اللہ تعالی آپ کو اور مجکو اور تمام طالبان حق کو اس کوتہ اندیشی اور غلط کاری سے بچائے۔کہ ہم بندگان خدا اور فرستادگان الہی کے دشمنوں کا ساتھ دیں۔اور اُن کوتہ فہم اندھوں کے پیچھے لگ کر کسی اندھے کنوئیں میں گر پڑیں اللہ تعالی مجکو اور آپ کو ان تمام غلط کاریوں سے بچائے اور اپنے پیارے بندوں کی شناخت اور محبت اور صحبت کا شرف عطا فرمائے اور کجروی اور کج فہمی اور عداوت اولیاء اللہ سے محفوظ رکھے۔تاہم اُن لوگوں میں سے نہ ہوں جو محبوبان الہی کی عداوت کے سبب اللہ تعالی کی قہری تجلی کے نیچے آکر مخذول اور مطرود ہو جاتے ہیں۔

آمین۔آمین۔ آمین۔

اے حق کے طالبو کیا زمانہ کی رفتار اور زمین کی پکار اور آسمان کی نشان باری آپکو داعیانِ خیر کی طرح اُس امام الزمان کی طرف بلا نہیں رہی؟ جو راستی کے زینہ اور صداقت کے ممبر پر کھڑے ہو کر یہہ کہہ رہا ہے کہ ؎

آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمین × ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

پس دوڑو اور اُس کے **قدم** چوم لو۔کہ **احمدؐ** کا غلام ہے۔اور اللہ تعالے کا مرسل امین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

الراقم کمترین خدام حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاکسار ابو یوسف محمد مبارک علی عفی اللہ عنہ

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ بیان مندرجہ بالا صحیح ہے

بوٹا خاں بقلم خود   عمر بخش کیزنی بقلم خود   محمد بخش سوداگر وزیرآباد بقلم خود۔

حافظ غلام رسول سوداگر بقلم خود

شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی اور میاں عبدالقادر ربیب حافظ عبدالمنان صاحب کے درمیان مباحثہ اور اسپر چند ریمارکس

پرچہ نمبر ۱ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | میاں عبدالقادر

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد خاتم النبیین و علی
الہ وصحبہ اجمعین - حبی واخی فی اللہ شیخ عبدالرحمن صاحب سلمک اللہ وزادک اللہ عزا وہدایتہ
السلام علیکم بجواب استفسار آپکے ملتمس ہوں - کہ مرزا صاحب کے بعض حواری جنکا قول
آپ نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملائکہ سے منکر نہیں بلکہ جیسے اہل سنت سلف وخلف کا اجماع
ملائکہ کی نسبت چلا آیا ہے ویسی طرح سے ہم مانتے ہیں بالکل مرزا صاحب کے لکھی کے خلاف ہی
یا تو ان حواریوں کو مرزا صاحب کی کلام اور عقاید کی سمجھ[1] اور خبر نہیں یا اگر ہے تو عوام کو بہکانے
اور دھوکا دینے کی نیت سے اخفا کر رہے ہیں - خیر ہمیں مرزا صاحب سے کوئی عناد اور ضد نہیں -

حاشیہ [1] میاں صاحب آپ تو ضرور حضرت مرزا صاحب کے کلام مبارک کی تہ تک پہونچنے کی استعداد اور سمجھ
رکھتے ہونگے - کیا آپکو یہہ باتیں منہ پر لاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ کیا ہم اس فریق میں سے ہیں جن کا نام علما
کی اصطلاح میں اصحاب ظواہر ہے؟ یا آپ - آپکا تو قاعدہ یا بلفظ دیگر مسلک یہی ہے کہ اصل اور صحیح مفہوم
اور بطن کلام سے رخ پھیرنا اور غیر معنوی اور خلاف مراد مفہوم کی طرف جانا اور ظاہری نام رکھو انا

جیسے کہ ہم نے اُنکے کلام سے سمجھا ہے ویسے عرض کئے دیتے ہیں۔ آپ ہمارے کلام اور مرزا صاحب
کی اصل عبارت کو ملا کر موازنہ کرلیویں کہ ہم نے کوئی بددیانتی نہیں کی۔ جو اصل عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے وہی لکھدیا ہے۔ اگر ہم کوئی سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ تو ہمارے مخالف معتقدان مرزا صاحب
ہمیں اسے مہذبانہ طریق سے سمجھادیویں۔ مرزا صاحب۔ توضیح مرام تقطیع خورد جو اول
چھاپہ کی ہے صفحہ ۴۳۔ پس اصل بات یہہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اُسکی
گرمی اور روشنی زمین پر پھیلکر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہونچاتی ہے اِسی طرح
روحانیات سماویہ خواہ انکو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات
کے موافق ارواح کواکب سے اُنکو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائکۃ اللہ کا اُنکو لقب
دیں۔ درحقیقت یہہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے الخ۔ عـ۲

بقیہ حاشیہ عـ۱ پیرا اینہہ آپ حضرت مرزا صاحب کے مدقق کلام کے نہ سمجھنے کا دوسرونپر کیونکر الزام لگاسکتے ہیں کیا وہ لوگ
جو شرف صحبت حضرت اقدس سے مشرف ہیں اور بارہا اُن پر معارف حقایق کو آپکی زبان دُرافشان سے سُن چکے ہیں آپکا کلام
سمجھنے سے قاصر ہیں اور آپ باوجود تکدر حواس ظاہری و باطنی اور ایک طفل خام اور دیوانہ و معاند ہونیکے حضرت اقدس کے
کلام کی تہ تک پہونچ چکے ہیں سبحان اللہ کیا کہنے ہیں آپکے فہم شریف کی۔ اور آپ کا یہہ الزام کہ عوام کو بہکانے اور دہوکا
دینے کے لئے اخفا کیا جاتا ہے۔ سو واضح ہو کہ ہم نہ عوام کو بہکاتے ہیں اور نہ دہوکا دہی کی خاطر کسی مضمون کا اخفا
کرتے ہیں ہم تو راستی پسند اور راستی کے فرزند ہیں اور امر حق کے اظہار سے نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ شرم کرتے ہیں۔ یہہ
تمام باتیں اُن تقیہ باز بے ایمانوں سے سرزد ہوتی ہیں جو دینی امور کو اپنی معاش کا ذریعہ سمجھکر امر حق کو
چھپاتے اور باطل کو ظاہر کرتے ہیں اور ایسی ایسی مکاریوں اور جفاکاریوں سے روٹیوں کے حیلے پیدا کرتے ہیں اور خالق سے
نہیں مگر خلق سے ڈرتے ہیں اولئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وباطل
ما کانوا یعملون۔ ابو یوسف

حاشیہ عـ۲ مستقر اور قرار گیر ہے حضرت اقدس کے اس فقرے پر آپنے اعتراضی خط کھینچا ہے گو آپ بوجہ اپنی
الجمیت کے اپنے دلی منشا کو تو ظاہر نہیں کرسکے مگر آپکی اس خط کشی سے پتہ لگتا ہے کہ آپکو اس لطیف فقرہ کے

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے - اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کرلیا جائے
تو پھر اُن کی تمام قوے میں فرق پڑجائیگا - انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام
ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں - اور جیسے خدا تعالے تمام عالم کے لئے بطور

بقیہ حاشیہ ۲ مفہوم پر بھی اعتراض ہے ۔ سو واضح رہے کہ اس قطعی اور یقینی مفہوم کا خلاف آپ قیامت تک ثابت
نہ کرسکینگے - کیونکہ اللہ تعالی کے کلام کا صریح منطوق یہی ہے کہ ملائکہ اپنے اپنے مقام میں قرارگیر ہیں اور اُس سے
آگے پیچھے نہیں ہوسکتے دیکھو آیت وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا
لنحن المسبحون اس آیت کے تینوں اسمیہ جملے فرشتوں کی تین قسم کی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں یہ کہ -
ہر ایک کا اپنے اپنے مقام میں ہمیشہ مستقر اور قرارگیر رہنا - دوسرا ہمیشہ صفیں باندھکر کھڑے رہنا تیسرا ہمیشہ تسبیح پڑھتے
رہنا - اور آیت کے تینوں جملے بوجہ اپنی اسمیت کے فرشتوں کی استمراری حالت کا اظہار کررہے ہیں یعنی فرشتوں
کا ان تینوں صفتوں کے ساتھہ موصوف ہونا دوامی اور استمراری طور پر ہے اور فرشتوں کی اس حالت میں
تغیر اور تبدل ممکن نہیں کیونکہ جملہ اسمیہ کے مفہوم میں تغیر اور تبدل اور حدوث ممتنع ہے اور اسکی موید وہ روایات
ہیں جو حضرت نواب قطب الدین صاحب مرحوم نے اسی آیت کی تفسیر میں اپنی تفسیر موسوم بجامع التفاسیر
میں لکھی ہیں اور وہ یہہ ہیں - جبرائیل کہتے ہیں نبی صلعم سے کہ نہیں ہے - کوئی ہم میں سے یعنی گروہ ملائکہ سے
مگر کہ اُس کے لئے مقام معلوم ہے آسمانوں میں عبادت کرتا ہے اللہ کی اسمیں کہا ابن عباس رض نے کہ نہیں ہے
آسمانوں میں جگہ ایک بالشت کی مگر اسمیں ہے فرشتہ نماز پڑھتا اور تسبیح کرتا - اور فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ چڑ چڑ
بولتا ہے آسمان اور لایق ہے اُسکو یہ کہ چڑ چڑ بولے قسم ہے اُس ذات کی کہ جان میری اُسکے قبضہ قدرت میں ہے
نہیں آسمان میں جگہ چار انگشت کی مگر کہ فرشتہ رکھے ہوئے ہے پیشانی اپنی سجدہ کررہا ہے اللہ کو - کہا سدی نے
مگر کہ اسکو لئے مقام معلوم ہے کہ عبادت کرتا ہے اللہ کی اُسپر مانند خوف اور رجا اور محبت اور رضا کے
رسول خدا صلعم نے فرمایا - ایک روز اپنے ہمنشینوں سے کہ آواز کرتا ہے آسمان یعنی چڑ چڑ بولتا ہے جیسے
زین نئے چمڑہ کا بولتا ہے سوار کے بوجہ سے اور لایق ہے اُسکے لئے یہہ کہ آواز کرے نہیں اُس سے جگہ
ایک قدم کی مگر کہ اُسپر فرشتہ ہے رکوع کرتا یا سجدہ کرتا پھر پڑھی آنحضرت صلعم نے یہہ آیت وانا لنحن الصافون

جان کے ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات
کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں - اور اُن کے جدا ہو جانے سے اُن کی حالت وجودیہ
میں کلی فساد راہ پا جانا لازمی وضروری امر ہے اور آجتک کسی نے اس امر میں اختلاف

بقیہ حاشیہ ۔ وانا لنحن المسبحون جامع التفاسیر من عینیہ صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴

اب دیکھو اس آیت اور ان تمام روایات سے صاف ثابت ہے کہ ہر ایک فرشتہ اپنے اپنے محل اور مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا - اور نہ آسمان میں کوئی قدم رکھنے کی جگہ ہے - یعنی ایک قدم بھی خلو نہیں جہاں کہ فرشتہ سربسجود نہ ہو - پس اگر ملائکہ کے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ نزول مان لیا جائے تو ایک قدم کیا بلکہ کوسوں کا خلو ماننا پڑیگا - اور یہہ امر نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے برخلاف ہے - پس حضرت مرزا صاحب کا مذہب تو عین قرآن وحدیث کا منشا اور مفہوم ہوا نہ غیر جس کو اس سے انکار ہو سو وہ اول قرآن اور حدیث سے اسکا خلاف ثابت کرے اور در صورت نہ ملنے قرآن وحدیث کے کسی صحابی یا تابعی یا امام کے قول سے ہی اس کا خلاف بیان کرے - فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین -

اور اس سے یہہ استدلال کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نزول ملائکہ کے منکر ہیں سخت بے ایمانی ہے اس بیان سے تو صرف حضرت مرزا صاحب کی یہہ غرض ہے کہ فرشتے اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ اپنے اپنے مقام سے الگ ہو کر نازل نہیں ہوتے بلکہ خارق عادت کے طور پر بطور خلق جدید کے اللہ تعالیٰ انکو ایک تمثلی وجود عطا فرماتا ہے جس سے وہ نازل ہوتے ہیں اور وہ نزول انکے اُن قویٰ کا نتیجہ ہے جو مختلف کاموں کی انجام دہی کے لئے اُنہیں عطا فرمائی گئی ہیں اور فرشتوں میں ان قوتوں کا پایا جانا متعدد آیتوں سے ثابت ہوتا ہے - مثلاً دیکھو یہہ آیت الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملٰئکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث ورباع یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر یعنی تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں زمینوں کا اول الخالق ہے اور ہمیشہ فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے جنکے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں اور وہ جس قدر چاہتا ہے خلقت میں زیادت کر دیتا ہے - کیونکہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے -

اس آیہ سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی قوتیں اور مختلف استعدادیں عنایت فرمائی ہیں

نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیئے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں ..... تمام نباتات و جمادات و حیوانات پر آسمانی کواکب کا اثر پڑ رہا ہے۔ لغایت صفحہ ۸۴ تک اصل کتاب سے ملاحظہ ہو۔ کہ کیا کچھ غضب ٹھانا ہے

بقیہ حاشیہ ؎۲ کیونکہ اجنحہ سے مراد اُنکے وہ قوٰی ہیں جو مختلف کاموں کے انجام دینے کے لیئے اُنہیں مرحمت کی گئی ہیں۔ اس سے ظاہری پر اور بازو مراد لینا سخت غلطی اور نافہمی ہے کیونکہ ملائکۃ اللہ مادی اجسام نہیں کہ جانوروں کی طرح اُنکے پر اور بازو ہوں۔ بلکہ وہ نوری اجسام اور روحانیات سماویہ ہیں پس اجنحہ سے اُنکی قوتیں انکے استعدادیں اور کمالات ذاتیہ مراد ہیں۔ اور لغت عرب میں ذو الجناح قوی اور شجاع انسان کو کہا جاتا ہے۔ پس فرشتوں پر اس لفظ کا اطلاق انکی خلقت اور فطرت خاصہ کے لحاظ سے ہوگا نہ انسانی اور حیوانی خصوصیات کے اعتبار سے اور شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اولی اجنحۃ کے معنے اولی قوٰی ہی کئے ہیں۔ دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ۔ اور اس آیت کریمہ کو علمہ **شدید القوٰی** ذو مرۃ فاستوی اور انہ لقول رسول کریم **ذی قوۃ** عند ذی العرش مکین کے ساتھ ملانے سے اور بھی معنے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ پس ان قوتوں کے ساتھ اُنکا کائنات الارض میں تصرف کرنا اور انبیاء اللہ پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہونا ہی نزول کی حقیقت ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے مضمون میں بتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ **فارجع هناك**۔

پس جب قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ فرشتے بذات خود اور بوجود اصلی خود اپنے مقام سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے تو اب لامحالہ انکا تمثلی نزول ماننا پڑا۔ اور اسی کی طرف یہ آیہ کریمہ **فتمثل لها بشرا سویا** اشارہ کر رہی ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ اس بات کے ماننے میں استبعاد ہی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو ایسی قوتیں عطا کی ہیں کہ وہ اپنے اپنے محل میں کائن اور ثابت رہکر کائنات الارض پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں جب جسمانیات میں اسکی مثالیں پائی جاتی ہیں اور اجرام فلکیہ* میں اسکی نظیریں موجود ہیں۔ تو روحانیات میں ان باتوں کا سمجھنا اور ماننا

*حاشیہ در حاشیہ) آپ اجرام فلکیہ کے اثر کے بھی منکر ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی اس عبارت پر کہ "تمام نباتات وجمادات وحیوانات پر آسمانی کواکب کا اثر پڑ رہا ہے"۔ آپ اعتراضی خط کھینچتے ہیں۔ سو واضح رہے کہ بدیہات کا منکر مجہول مطلق ہوتا ہے۔ اگرچہ اسکے جواب کی ہمکو چنداں ضرورت نہیں اور ہم اپنے مضمون میں خواہ مخواہ

تبیین بیان کے لئے ہم اس عبارت کا خلاصہ عرض کر کے نصوص قطعیہ قرآنیہ و حدیثیہ عرض
کرتے ہیں - یعنی فرشتہ ستاروں کی روح ہیں اور روح چیز کا جان اُسکی ہوتا ہے اس لئے و

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) کیوں مشکل معلوم ہوتا ہو - کیا ہر ایک نظری امر کی دریافت کے لئے ہم بدیہات سے دلیل نہیں
پکڑ سکتے - اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں جا بجا یہی طرز اختیار کی ہے کہ نظری امر کے ثابت کرنے کے لئے کائنات سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ) طوالت نہیں چاہتے مگر ہم عوام کے فائدہ کے لئے اس مقام میں چند دلائل پیش کرتے ہیں -

دلیل اول - قال اللہ تعالیٰ و سخر لکم الشمس والقمر دائبین و سخر لکم اللیل والنہار و ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا الخ تفسیر جامع البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :-

یعنی یجریان لمصالح العباد دائماً یعنے سورج اور چاند بندگان الٰہی کی مصلحتوں کے پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ چلتے رہتے ہیں - اور تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے تجریان فیما یعود الی مصالح العباد و لا یفتران یعنے چاند اور سورج اُس چال پر چلتے ہیں کہ اُسکا نتیجہ بندگان الٰہی کی مصلحتوں کی انجام دہی ہے اور اپنی اس رفتار میں سست نہیں ہوتے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے فان الشمس سلطان النہار و القمر سلطان اللیل و لو لا الشمس لما حصلت الفصول الاربعۃ و لو لا ھا لاختلت مصالح العالم بالکلیۃ و قد ذکرنا منافع الشمس و القمر بالاستقصاء فی اول ھذا الکتاب حاصل ترجمہ یعنے سورج دن کا بادشاہ ہے اور چاند رات کا اگر سورج نہ ہوتا تو یہ چاروں فصلیں بھی نہ ہوتیں - علی ہذا القیاس اگر چاند بھی نہ ہوتا تو تمام مصالح عالم خلل پذیر ہو جاتیں اور ہمنے سورج اور چاند کے فوائد اور منافع اس کتاب کے اول میں پورے طور پر بیان کر دئے ہیں -

دوسری دلیل ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار یعنے اے ہمارے رب تو نے یہ زمین و آسمان اور جو کچھ کہ ان دونوں کے درمیان ہے کائنات ہے بیکار اور بیہودہ طور پر پیدا نہیں کی یعنے اس کے غایات اور فوائد اور نتایج اور منافع ہیں - پس تو بیہودگی اور بیکاری یعنے عبث کام کرنے سے پاک ہے ہمیں عذاب جہنم سے بچا یعنی اُن نا فہموں اور غلط کاروں سے جو در حقیقت ایک عذاب نار کی صورت ہیں بچا کہ تیرے کاموں کو بیہودہ افعال نہ تصور کریں اور آخر بے نصیبی اور حرمان کے وارث نہ بنیں - فافہم ۔

میں معترض صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کواکب کی تاثیر کوئی چیز نہیں تو پھر آپ ایک تاریک کوٹھڑی میں

ملائکہ ان ستاروں سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے (۳) جبرائیل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود

بقیہ حاشیہ ص) بدیہات کو بطور دلائل کے پیش کرتا ہے - پس اس مسئلہ میں آپ بھی یہی طرز اختیار کر لیں - انشاء اللہ تعالیٰ جلدی فہم شریف میں یہہ بات آجائیگی - اور اگر آپکا فہم شریف راستی اور حق بینی کی طرف منتقل ہی نہیں ہو سکتا تو پھر خیر انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اور کیا چارہ ہے* - ابو یوسف

بقیہ حاشیہ در حاشیہ) جس میں کوئی روزن اور آفتاب کی روشنی آنے کے لئے کوئی سوراخ نہ ہو کیوں دیکھ نہیں سکتے ؟ کیا کوئی شخص بغیر آفتاب کی روشنی کے صرف آنکھوں سے روشنی حاصل کر سکتا ہے یا کوئی بغیر ہوا کے ذریعہ کے کسی آواز کو کان سے سن سکتا ہے - پس افسوس کہ ہنر آپکی نظر میں عیب ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است - یہہ حکمت کے اسرار جو قرآن کریم سے مستنبط ہوتے ہیں آپکے فہم شریف میں موجب کفر ہیں پھر آپکے اس کفر کا خدا ہی حافظ ہے - اس سے چھوٹنا تو کوئی نظر نہیں آتا -

اب ہم حکیم امت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے آپکی اور آپکے امثال دیگر کوتہ اندیش احمدیانہم دشمنوں کی لیاقت کی قلعی کھل جائیگی اور ظاہر ہو جائیگا کہ آپ لوگ کس ناانصافی کو کام میں لارہے ہیں اور راستی سے کس قدر دور پڑے ہوئے ہیں : -

وھو ھذا

اما الانواء والنجوم فلا یبعد ان یکون لھما حقیقۃ ما فان الشرع انما اتی بالنھی عن الاشتغال بہ لا نفی الحقیقۃ المثبتۃ وانما توارث السلف الصالح ترک الاشتغال بہ وذم المشتغلین وعدم القبول بتلک التاثیرات لا القول بالعدم اصلاً وان منھا ما یلحق البدیھیات الاولیۃ کاختلاف الفصول باختلاف احوال الشمس والقمر ونحو ذلک ومنھا ما یدل علیہ الحدس والتجربۃ والرصد کمثل ما تدل ھذہ علی حرارۃ الزنجبیل وبرودۃ الکافور ولا یبعد ان یکون تاثیرھا علی وجھین وجہ یشبہ الطبائع فکما ان لکل نوع طبائع مختصۃ بہ من الحر والبرد والیبوسۃ والرطوبۃ بھا یتمسک فی دفع الامراض فکذلک للافلاک والکواکب طبائع وخواص کحر الشمس ورطوبۃ

※ [illegible] صفحہ ۱۰

وحقیقتہً زمین پر نہیں اُترتا۔ اسکا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اسکی تاثیر کا نزول

بقیہ حاشیہ در حاشیہ) القمر فاذا جاء ذلک الکوکب فی محلہ ظهرت قوته فی الارض الا تعلم ان المرءة انما اختصت بعادات النساء واخلاقهن بشئ یرجع الی طبیعتها وان خفی ادراکها والرجل انما اختص بالجرءة والجهورية ونحوهما لمعنے فی مزاجه فلا تنکر ان یکون لحلول قوی الزهرة والمریخ بالارض اثر کاثر هذه الطبایع الخفیة وتاثیرهما وجد یشبه قوة روحانیة مترکبة مع الطبیعة وذلک مثل قوة نفسانیة فی الجنین من قبل امه وابیه والموالید بالنسبة الی السموات والارضین کالجنین بالنسبة الی ابیه وامه فتلک القوة تهیئ العالم لفیضان صورة حیوانیة ثم انسانیة وبحلول تلک القوی بحسب الاتصالات الفلکیة انواع ولکل نوع خواص فامعن قوم فی هذا العلم فحصل لهم علم النجوم یتعرفون به الوقائع الآتیة غیر ان القضاء اذا انعقد علی خلافه جعل فوق الکواکب متصورة بصورة اخری قریبة من تلک الصورة وانفذ الله قضاءه من غیر ان یخرم نظام الکواکب فی خواصها۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ ستاروں اور منازل قمر کے واسطے حقیقت بھی ہو کیونکہ شرع شریف نے صرف اوس علم کے شغل و اشتغال سے منع فرمایا ہے اُسکی حقیقت کو باطل نہیں کہا اور سلف صالح سے بھی اُسکا اشتغال متروک ہی چلا آیا ہے خواص اور تاثیرات کا ابطال ماثور نہیں ہے۔ بلکہ بعض خواص اجرام علویہ کے ایسے بدیہات اولیہ میں سے ہیں جنکا انکار نہیں ہوسکتا چنانچہ ایک فصلوں کا اختلاف ہی بسبب اختلاف اوضاع چاند اور سورج کے وغیرہ وغیرہ اور بعض خواص اُنکے علم اور تجربہ اور فن رصد سے معلوم ہوئے ہیں۔ جیسا کہ سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت تجربہ سے معلوم ہوئی ہے۔ اور یہہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اُن کے خواص دو طور پر ہوں۔ اول تو بطور طبائع اشیاء کے ہوویں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک نوع کے ایک طبیعت خاصہ ہے کہ وہ اُسی کے ساتھ مختص ہے اور اسی وجہ سے حرارت و برودت ۔ یبوست ۔ رطوبت اُسمیں موجود ہوتی ہے جس کے سبب دفع امراض میں اُسی طبیعت سے بدلی جاتی ہے۔ ایسا ہی ہوسکتا ہے کہ اجرام علویہ میں بھی

مراد ہے اور جو صورت جبرائیل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے وہ جبرائیل وغیرہ کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ) طبایع معہ خواص و تاثیرات پائی جاتی ہوں - جیسا کہ چاند میں رطوبت سورج میں حرارت موجود ہے - پس یہہ ہو سکتا ہے - کہ جب ایک ستارہ کسی محل خاص میں آوے تو اس کی وہ قوت خاصہ اور تاثیرات مختصہ زمین پر ظاہر ہو دیکھو عورت جو اخلاق اور عادات عورتوں کے ساتھہ مختص ہے تو کوئی شئے اُس میں ایسی ہے جو اُسکی طبیعت کی طرف راجع ہے اگرچہ ہم پر مخفی ہے - اور مرد میں جو جُرأت اور بھاری ہونا آواز کا پایا جاتا ہے تو یہہ امر کسی ایسے سبب سے ہے جو اُسکی مزاج کے ساتھہ مختص ہے - پس اس امر کا انکار کرنا نہیں چاہیے - کہ زہرہ یا مریخ وغیرہ جبکہ کسی محل میں حلول کریں تو اُن کے قوٰے کا اثر زمین میں پیدا ہو - جیسا کہ ان طبایع کا اثر بھی موجود ہے خواہ خفی ہی ہو - اور دوسرے طور پر اُن کے خواص یوں ہو سکتے ہیں - کہ جیسا قوت روحانیہ طبیعت کے ساتھہ مرکب ہوکر ایک اثر پیدا کرتی ہے - مثل قوت نفسانیہ جنین کی جو ماں باپ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے - اور یہہ بات تو ظاہر ہے کہ موالید ثلثہ آسمان و زمین کے ساتھہ ایسی ہی نسبت رکھتی ہیں جیسا جنین ماں باپ کے ساتھہ نسبت رکھتا ہے - پس یہی قوت سبب ہو جاتی ہے فیضان صورت حیوانیہ کے لئے جس کے بعد صورت انسانیہ حادث ہوتی ہے اور اتصالات اجرام فلکیہ اور قرانات اجرام علویہ کی بہت انواع ہیں - اور ہر ایک نوع کے لئے خواص اور تاثیرات جُدا جُدا ہیں - پس جس قوم نے اپنی گہری نظر ان امور کی طرف کی ہے انکو علم نجوم کا حاصل ہوا ہے جس سے انکو واقعات آیندہ کی شناخت حاصل ہو جاتی ہے - ہاں اگر قضاء و قدر اُسکی خلاف پر منعقد ہو گئی ہو تو اس صورت میں اس کوکب کی قوت بھی دوسری صورت کے ساتھہ بدل جاتی ہے جو صورت مراد کے قریب ہوتی ہے اور اللہ تعالی اپنی قضاء و قدر کو پورا کر دیتا ہے اور جو نظام نجوم کا ہے وہ بھی نہیں ٹوٹتا - انتہے -
(تحذیر)

عکسی تصویر تھی - جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی - جیسے آئینہ میں دیکھنے والے کی صورت متمثل ہو جاتی ہے - اس نمبر ۲ کی عبارت چونکہ لمبی تھی - اس لیئے اسکا خلاصہ عرض کیا گیا - اصل کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو چاہے وہیں دیکھے - صفحہ ۴۸۰ میں جبرائیلی نور اور اثر کا کنجری[۳] عورت کے پاس عین اُسکی زناہ کی حالت میں بھی آنا لکھا ہے - وغیرہ وغیرہ وغیرہ

اب ہمارے دوست معتقدان مرزا صاحب ذرا انکی اصل عبارات ملاحظہ فرماکر جواب دیں کہ مرزا صاحب کا یہاں کیا مطلب تھا - اگر یہہ ہی انزال ملائکہ ہے - تو از راہ مہربانی ہمیں بھی اپنی تحقیق سے مستفیض فرمائیے - کونسی آیہ قرآنی کا یہہ مفہوم اور منطوق ہے اور کونسی حدیث میں یہہ تفسیر وارد ہوئی ہے - حدیث نہ سہی - کسی صحابی یا تابعی یا امام کا قول ہی سہی - محمدی اعتقاد جو قرآن و حدیث شریفین میں پایا جاتا ہے - وہ یہہ ہے کہ ملائکہ برابر انبیاء علیہم السلام پر آتے رہے ہیں - اور جبرائیل بالخصوص ہر ایک پیغمبر ہی کے

حاشیہ ۳) فساق و فجار مثلاً فاحشہ عورت پر جبرائیلی نور کے اثر پر جو آپنے اعتراض کیا ہے یہہ بھی آپکی نافہمی کی ایک دلیل ہے آپ اسی قاعدہ مذکورہ کو ملحوظ رکھکر ذرا سوچیں تو آپ کو پتہ لگ جائیگا کہ جسمانیات میں اللہ تعالی نے یہی ضابطہ رکھا ہے کہ اُس کے بدیہی فیضان جو بواسطہ سورج اور چاند اور دیگر مخلوق کے تمام افراد انسانیہ اور دیگر کائنات الارض کو پہونچ رہا ہے اسمیں ہر ایک قسم کے انسان اور دیگر ضار اور نافع مخلوق شریک ہے گر حسب استعداد خود کسی کو زیادہ حصہ اس فیضان کا حاصل ہوتا ہے اور کسیکو کم مثلاً رزق اور عافیت اور صحت اور رحمت باران وغیرہ نعمائے الہیہ کو کون ہے کہ عاصیوں اور نافرمانوں سے روک سکے اور انکو اس سے متمتع نہ ہونے دے مگر علی حسب مراتب ہر ایک کو یہہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اسی طرح روحانیات کی بھی مثال ہے اور روحانی فیوض سے بھی اسی طرح کائنات الارض علی قدر مراتب متمتع ہوتی ہے اور اگر یہہ قاعدہ اللہ تعالی کا کائنات میں جاری ساری نہو تو اُسکی نعمتوں اور رحمتوں کا ہر ایک یعنی نیک اور بد کو کس طرح پتہ لگ سکتا ہے - پس حجت پوری کرنے کے لیئے تحمی طور پر* اللہ تعالی نے ان جسمانی اور روحانی نعمتوں سے بکلی بے نصیب کسی کو بھی نہیں کیا مگر بات تو یہہ ہے کہ آپ ان باتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے تو آپکی جانے بلا کہ آچار کس جانور کا نام ہے - ابو یوسف ×

* [illegible] اور حضرت مرزا صاحب کی تمام تر کلام میں غرض یہی اور یہی جسکو آپ سمجھے ہی نہیں اور اعتراض کر نیکو اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ الہامی حیثیت سے ہی اور غیر نبی میں فرق کرتا ہے - یہاں جس طرح سے حضرت مرزا صاحب نے اس فلسفہ نہ اعتراض کا دفعیہ کیا ہے آپ شیخ اللئام کیا اگر سارے شیخ المشیخ اور شیخ الکل بھی جمع ہو کر اس اعتراض کو اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں - فافہم ابو یوسف

پاس آتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغام پہونچاتے رہتے ہیں۔ دیکھو[1] وما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذلك وما كان ربك نسيا سورہ مریم رکوع ۴
(۲) ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى ما كذب الفؤاد ما راى ۰ افتمرونه على ما يرى ۰ ولقد راه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى۔ نجم ۱۶۔ اس معنے کی قرآن شریف میں بہت آیات ہیں۔ جو چاہے قرآن شریف سے دیکھ سکتا ہے (ترجمہ قرآن شریف حافظ نذیر احمد دہلوی) (۱) اے پیغمبر ہم فرشتے تمہارے پروردگار کے حکم بدون دنیا میں آ نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہونیوالا ہے اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں کے درمیان میں ہے سب اس کے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار کسی چیز سے غافل نہیں (۲) اپنی اصلی صورت میں سموچا پیغمبر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر اُن سے نزدیک ہوا اور اتنا اُنکی طرف کو جھکا کہ دونوں میں دو کمان کی قدر فاصلہ رہگیا۔ بلکہ اس سے بھی کم اُسوقت خدا نے اپنے بندے محمدؐ کی طرف جبرائیل کے ذریعہ سے جو وحی کرنی تھی سو کی پیغمبر نے جو کچھہ دیکھا تھا اُنکے دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا۔ پیغمبر جو جبرائیل کو دیکھا کرتے ہیں تو کیا تم لوگ اُن سے اس بات پر جھگڑتے ہو حالانکہ جھگڑنے کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے تو معراج کے وقت سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں نیک بندوں کے رہنے کی جگہ بہشت ہے جبرائیل کو ایک دفعہ اور بھی اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا دیکھا تھا۔

پہلی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جبرائیل سے کہا

حاشیہ ۲ پہلی آیت سے تو مطلق نزول ملائکہ ثابت ہوتا ہے اور مطلق نزول سے کس کو انکار ہے؟ آپ ایسی آیتیں اور حدیثیں پیش کریں جس سے جبرائیل وغیرہ ملائکہ کا آسمان سے اصلی وجود کے ساتھ زمین پر نازل ہونا ثابت ہو۔ اس قسم کی آیتیں تو تمثلی نزول پر محمول ہونگی۔ کیونکہ قرآن کریم کے بعض دوسرے مقامات اسکی تفسیر واقع ہیں جیسے آیہ کریمہ فتمثل لها بشراً سویا فافہم۔ اور دوسری آیت میں تو اس امر کی تصریح ہے کہ یہہ نزول جبرائیلی نور کی ایک خاص تجلی تھی جو کبھی افق اعلے اور کبھی سدرۃ المنتہی وغیرہ مقامات میں ہوتی ہے۔ اسکو زمینی نزول سے کیا مناسبت ہے۔ ایسی غلط استدلال کرنا آپکی خوش فہمی کا نتیجہ ہے۔ البرہان الساطع

کہ آپ مجھے اس سے زیادہ کیوں نہیں ملا کرتے۔ جواب ملتے ہیں۔ تو یہہ آیت نازل ہوئی صفحہ ۶۹۱
تفسیر معالم میں ضحاک وغیرہ آئمہ سے یہہ نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم سے لوگوں نے
اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا۔ اور انشاء اللہ
نہ کہا۔ تو جبرائیل کئی دن تک نہ آئے اور پھر آپ کا نہ آنا آپ پر سخت ناگوار گذرا پھر جب آپ کئی
دن بعد آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا آپنے اس دفعہ آنے میں بہت توقف کیا اس سے مجھے
بُرا خیال (ناخوش ہونے اور چھوڑ دینے کا) پیدا ہوا۔ اور میں آپکی ملاقات کا شایق رہا جبرئیل ؑ
نے فرمایا میں بھی آپکی ملاقات کا شایق رہا ہوں۔ لیکن میں خدا کے حکم میں ہوں۔ جب بھیجا جاتا ہوں
تو آتا ہوں۔ اور جب روکا جاتا ہوں تو رُک جاتا ہوں۔ جب یہہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ آیت
جس میں بیان ہے کہ خدا نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ وہ تجہہ سے ناخوش ہوا ہے۔

دوسری آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری صفحہ ۷۵۹ میں یہہ حدیث مروی ہے کہ جبرائیل ؑ
آنحضرت صلعم کے پاس آدمی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ اس دفعہ آپ اصلی صورت میں
آئے جس سے اُنہوں نے تمام افق کو روک لیا۔ ایسے ہی معالم التنزیل صفحہ ۹۵۵ میں ہے
اس کے علاوہ بہت احادیث ہیں جنمیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا پایا جاتا ہے ۵ جیسے
قرن استقاسب ✝ میں آپکا ایک بدلی میں سوار ہونا اور پھر ملک الجبال کا آپکی (پیغمبر صاحب)
کی مدد کے لیئے آنا۔ بخاری شریف صفحہ ۴۵۸ جنگ خندق میں ہتھیار بند ہو کر آنا۔ بدر میں ۶
خاص حضرت جبرائیل ؑ کا گھوڑے پر سوار ہو کر آنا اور سوائے پیغمبر صاحب کے اور کسی کا انکو نہ دیکھنا
دیکھو بخاری شریف صفحہ ۵۹۱ و ۵۷۰ وغیر ذلک من الاحادیث الصحاح۔
بخاری شریف کی صفحہ ۳ کی حدیث شروع وحی کی صریح الدلالت ہی۔ بخوف طوالت حوالہ پر

حاشیہ ۵ جبریل کے مطلق آنے سے کسو انکار ہو آپ زمین پر اصلی جسم سے آنیکی کوئی دلیل پیش کریں۔ ابو یوسف
حاشیہ ۶ بدر میں ملائکہ کا اصلی صورت سے آنا کس آیت یا حدیث کا مفہوم ہو وہ آیت یا حدیث بیان کرو۔
ورنہ خدا تعالی سے ڈرو اور شرم کرو۔ ایام خندق و جنگ بدر وغیرہ میں ملائکہ کا نزول۔ نزول مثلی ہے نہ کچھ اور۔ ابو یوسف

✝ نقل مطابق اصل

اکتفا کیا ہے جو چاہے دیکھ لے۔

منصف مزاج دوست مرزا صاحب کی عبارت اور پھر صحیح اخبار اور قرآنی آیات کو ملاحظہ فرماکر خود انصاف کریں۔ کہ دونوں کے درمیان کس قدر تباعد ہے۔ مرزا صاحب کا منشاء تو یہہ ہے کہ کوئی فرشتہ زمین پر آ نہیں سکتا اور قرآن و حدیث اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ضرور آتے ہیں۔ مرزا صاحب کے بعض مریدوں سے سنا ہے کہ وہ مرزا صاحب سے نقل کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب ملائکہ کے اصلی وجود میں آنے سے منکر ہیں۔ اور انسانی وجود میں آنے کے قایل۔ اگر یہہ واقعی ٹھیک ہے تو مرزا صاحب کے اُن مریدوں کو چاہئے کہ مرزا صاحب کی دونو عبارتوں میں تطبیق اور جمع کریں۔ دوسرا اسمیں یہہ بھی سوال پیدا ہوگا۔ کہ کیا ملائکہ کے دو وجود ہیں ایک اصلی جو ہیڈکوارٹر پر رہتا ہے۔ اور دوسرا ارضی سیر کرنے کا۔ اگر یہہ اعتقاد واقعی مرزا صاحب کا ہو تو بڑی ہنسی کی بات ہو کیونکہ آجتک کبھی کسی چیز کے دو وجود حس لینے میں نہیں آئے ہاں شرع اسلامیہ میں یہہ پایا جاتا ہو کہ ایک ذات کئی شکلوں میں متشکل اور متمثل ہو سکتی ہے۔ مگر اس سے تعدد وجود ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فقط کیفی حالت میں تبدل ہے۔ اور پھر یہہ بھی سوال پیدا ہوگا کہ جب دو وجود ہوئے تو کیا روح بھی دو ہونگے[ش] یا ایک اگر ایک ہے تو ایک وجود کا ایک وقت میں ضرور میت ہونا لازم

حاشیہ ع[ک] اب آپکے حق میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کیا کہوں حضرت مرزا صاحب کا مطلق نزول میں اختلاف ہے یا کیفیت نزول میں ذرا سوچکر جواب دینا ۱۲ ابویوسف حاشیہ ع[ش] کیا احمقانہ منطق ہے۔ اجی پاگل میانصاحب ذرا سوچ کے بات کرو جب تم خود مان چکے ہو کہ ایک ذات کئی شکلوں میں متشکل اور متمثل ہو سکتی ہو تو پھر آپکا یہہ سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ تعدد وجود کا کون قایل ہے ہم تو بار بار کہتے ہیں کہ ایک ہی فرشتہ کئی شکلوں سے ظاہر ہو سکتا ہے اور وہ ظہور تمثلی ہے اور یہہ تشکل اور تمثل اُنکے اُن قوٰے کا نتیجہ ہو جو اُنہیں مختلف خدمات کی بجا آوری کے لئے ودیعت فرمائی گئی ہیں پس منجملہ اُن قوٰی کے قوت تشکل و تبدل بھی ہو جسکے ذریعہ سے وہ متشکل اور متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں پس اس تمثل سے تعدد وجود کیونکر لازم آیا اور یہہ اعتراض کیونکر پیدا ہوا ذرا سمجھاؤ تو سہی آپ وجود کے تعدد میں کیوں پھنستے ہیں قوٰے کے تعدد اور اختلاف کے تسلیم کرنے سے یہ مسئلہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے پس تعدد قوٰی کے نتیجہ سے آپکو کیا تامل ہے؟ ابویوسف ۱۲

آئیگا پھر اگر ستارہ میت ہوگا تو بس نظام عالم ختم - اور اگر وہیں تو پھر دو ذات ثابت ہونگی جو ایک کی منافی اور ضد ہے - منصف فرا حواریوں کی اس کلام کو غور سے سوچیں فقط (عبد القادر)

جواب پرچہ نمبر ا شیخ محمد جان

بخدمت مولوی عبد القادر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے - اما بعد خاکسار افسوس سے لکھتا ہے - کہ جو عزیزم عبد الرحمان نے آپ سے استفسار کیا تھا اُس سے اعراض کر کے آپ اپنی قدیم مفتریانہ عادت کے موافق مخلوق خدا کو دہوکا دینا چاہتے ہیں کہ گویا بزعم آپ کے حضرت مرزا صاحب وجود ملائکہ کے منکر ہیں اور حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب توضیح المرام کے صفحہ ۴۳ سے عبارت جو متعلقہ ثبوت فرشتوں کے ہیں سیاق سباق چھوڑ کر نقل کی ہے - خاکسار نہیں جانتا کہ یہہ آپنے اپنی خوش فہمی سے یا دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے - اگر اس عبارت کے شروع سے صرف پہلی ہی آیت جو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرشتوں کی طرف سے فرماتا ہے وما منّا الّا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون کو ہی آپ غور اور تدبر سے پڑہتے تو آپ کو واضح ہو جاتا کہ کوئی فرشتہ اپنے حقیقی وجود کے ساتھہ زمین پر نازل نہیں ہوتا ہمیشہ متمثل ہو کر اُترا کرتے ہیں جیسے حضرت مریمؑ صدیقہ کے پاس بموجب نص صریح فتمثل لہا بشراً سویّا کے فرشتہ آیا - ایسا ہی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس لونڈوں کی شکل میں اور ہمیشہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں دحیہ کلبی کی صورت میں حضرت جبرائیلؑ

نزول فرماتے رہے ہیں - ایک جنگ میں کئی ہزار فرشتے رسول خدا صلعم کی امداد کے لئے
بشکل انسان ہی آئے - کیوں حقیقی جسم و شکل میں نہ آئے اسکا جواب آپکے ذمہ ہے - خدا تعالے
شاہ عبد العزیز صاحب اور شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کو جزاء خیر
دے کیونکہ اُنہوں نے بصدق دل قبول کر لیا ہے کہ حضرت جبرائیل ؑ بذات خود نازل نہیں
ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء علیہم السلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبرائیل ؑ اپنے مقام میں
ثابت اور برقرار ہے - دیکھو مدارج النبوۃ صفحہ ۵۴ - یہہ وہ عقیدہ حضرت اقدس کا
ہے جسپر جال کے کور باطن نام کے علما کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں افسوس کہ یہہ بھی خیال
نہیں کرتے کہ اسبات پر تمام مفسرین نے اور صحابہ رض نے بھی اتفاق کیا ہے کہ جبرائیل ؑ
اپنے حقیقی وجود کے ساتھہ صرف دو مرتبہ آسمان پر آنحضرت صلعم کو دکھائی دیا ہے اور ایک
بچہ بھی اسبات کو سمجھہ سکتا ہے اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھہ آنحضرت صلعم
کے پاس آتا تو خود غیر ممکن تھا - کیونکہ اُنکا حقیقی وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور اُنکے
بازو آسمان کے کناروں تک پہونچے ہوئے ہیں پھر وہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں کیونکر سما سکتے
تھے - جب حقیقت اور اصل کی شرط سے حضرت جبرائیل ؑ کے نزول کا عقیدہ رکھو گے تو
ضرور تمپر یہہ اعتراض وارد ہوگا - کہ وہ اصلی وجود کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک
میں سما گیا - اور اگر کہو کہ وہ اصلی وجود نہیں تھا تو پھر ترک اصل کے بعد تمثل ہی ہوا یا کچھہ اور
ہوا - اصل کا نزول تو تب ہو کہ جب آسمان میں اُس وجود کا نام و نشان باقی نہ رہے
اور جب آسمان سے وہ وجود نیچے اُتر آیا تو پھر ثابت کرنا چاہئے کہ کہاں اُسکو ٹھیرنے کی
گنجایش ہوئی - آپ خوب سوچیں اور شاہ عبد العزیز صاحب نے اسی آیت وانشقت
السماء فھی یومئذ واھیۃ - والملک علیٰ ارجائھا ویحمل عرش ربک
فوقھم یومئذ ثمانیۃ یعنے جب قیامت واقع ہوگی تو آسمان پھٹ جائیگا اور ڈھیلا
اور سست ہو جائیگا اور اُسکی قوتیں جاتی رہینگی کیونکہ فرشتے جو آسمان اور آسمانی اجرام کے لئے

جان کی طرح تھے وہ سب تعلقات کو چھوڑ کر کناروں پر چلے جاوینگے اور اُسدن خدا تعالی کے
عرش کو آٹھ فرشتے اپنے سر پر اور کاندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہونگے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ در حقیقت
آسمان کی بقا باعث ارواح کے ہے یعنے ملائک کے جو آسمان اور آسمانی اجرام کے لئے
بطور روحوں کے ہیں اور جیسے روح بدن کی محافظ ہوتی ہے اور بدن پر تصرف رکھتی ہے۔
اسی طرح بعض ملائک آسمان اور آسمانی اجرام پر تصرف رکھتے ہیں اور تمام اجرام سماوی
اُنکے ساتھ ہی زندہ ہیں اور اُنہیں کے ذریعہ سے صدور افعال کواکب ہے الخ۔ فرمایئے یہہ
صاحب آپ جیسے مسلمان ہوئے یا ہمارے جیسے بزعم آپکے کافر۔ مولوی صاحب اب آپ
صرف اتنا نشان قرآن کریم یا حدیث صحیح سے دیں کہ حضرت جبرائیل ۱۲ اپنے حقیقی جسم
جس کے تین سو جناح ہیں اور جو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے رسول خدا صلعم پر نازل
ہوا کرتا تھا۔ اگر کوئی ثبوت آپ نہ دے سکیں تو آپ ایسے عقیدہ سے جسپر غلیظ اعتراض آتا ہے
باز آجاویں اور مخلوق خدا کو دھوکا نہ دیں کیونکہ بعد موت سب حساب کتاب دینا پڑیگا۔

آپکا مشفق ناصح خاکسار محمد جان خادم حضرت مسیح موعود
۱۱ اکتوبر ۱۸۹۸ء

پرچہ نمبر ۳ میاں عبد القادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ولا عدوان الا علی الظلمین
صلے اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ہ مشفقی آپکا رقعہ بہت عزیز
موصوف پہونچا۔ بجز اظہار افسوس اور کچھہ بھی نہ پایا۔ آپنے دافع الوساوس مولفہ مرزا صاحب
کی عبارت نقل کرنے میں بڑی تکلیف کی۔ آپ کتاب ہی بھیج دیتے۔ میں خود دیکھ لیتا۔ خیر اس عبارت
کا جواب مفصل جناب فیض مآب ×شیخ الہمام استاذ القمقام سلمہ اللہ الے دار السلام مولانا مولوی

× حضرت آپکے یہہ شیخ اللئام اُستاذ نافرجام (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی خصومت اور
مقابلہ کو سبب سے عنقریب خدا تعالے کی قہری تجلی کے نیچے آکر ناکام اور بد انجام ہوا چاہتے ہیں اب اُنکی کوئی فکر
کیجئے اللہ تعالی نے اپنے پاک بندی کی معرفت اُن کے حق میں یہہ کہا ہے میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور

محمد حسین صاحب کے اشاعۃ جلد ۱۵ جواب دافع الوساوس میں دیکھیں اگر آپکی نیت تحقیق حق ہے تو ضرور آپکے سارے وساوس رفع ہو جاوینگے۔

خفہ نہ ہونا۔ میں نے اس لئے یہہ لکہا ہے کہ سوال از ریسماں جواب از آسمان۔ میں نے کچھ لکہا اور آپنے جواب کچھ دیا۔ آپ نے جو کچھہ کہا ہے۔ میں اس سبکا جواب عزیزم عبد الرحمن صاحب کے استفسار کے جواب میں لکھہ چکا ہوں۔ پھر اب دوبارہ مختصر عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر آپ سمجھہ گئے تو بہتر ورنہ پھر میرا عزیز وقت کا خون نہ کیجئے۔

میری عرض یہہ ہے کہ حضرت جبرائیل ع یا اور کوئی فرشتہ جس ذات کے ساتھہ بشری شکل میں زمین پر آتا ہے۔ وہ اسکی حقیقی ذات ہے یا نہیں۔ اگر حقیقی نہیں[له] تو اور کیا ہے۔ اور ظلی اور حقیقی میں کچھہ مغائرت[ٹه] ہے۔ اگر ہے تو بیان کرو۔ کہ آسمان[سه] پر کیا ہے اور زمین پر کیا۔ کیونکہ ایک شے ایک وقت میں دو جگہ نہیں ہو سکتی[سه] ہے۔ اور نہ برعکس۔ اور اگر ذات ایک ہی جگہ جکڑی ہوئی ہے۔ یعنے آسمان پر تو پھر انبیاء پر جو فرشتہ آتا تہا وہ کیا چیز تھی۔ اور جس شخص کی شکل میں فرشتہ آتا تہا۔ حقیقۃً وہ شخص ہوتا تہا یا نہیں۔ اگر حقیقۃً وہ شخص ہی تہا تو فرشتہ کیا چیز تھی۔ اور اگر نہیں تہا تو وہ شکل کیا تھی اور کدہر جاتی تھی۔

گستاخی معاف آپ کیوں ایسی کشمکش میں پڑتے ہیں۔ بالآخر آپکو ضرور مرزا صاحب کا عقیدہ مخالف اہل سنت والجماعت ماننا پڑیگا اور اپنے خطاب بیجا اور تہنیت آمیز الفاظ جو آپنے خادم کی نسبت اور علماء ربانیین[سه] کی عالی شان میں کہے ہیں واپس لینے پڑینگے اور حضرت شیخ عبد الحق و شاہ صاحب کی نسبت جو افترا کیا ہے اسکا جواب بتفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۵ میں ملاحظہ ہو۔

اور حضرت جبرائیل ع کی نسبت جو مرزا صاحب لکہتے ہیں کہ وہ مکہ اور مدینہ میں آنحضرت صلعم کے حجرے میں کیونکر سما سکتے تھے۔ سو اسکی بابت یہہ عرض ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب اسلام کی ایسی باتوں کی جنکی کنہ اور حقیقت اور کیفیت سمجھہ میں نہیں آتی رجیسے خدا کی ذات و صفات

له حقیقی نہیں ظلی ہے۔ ابو یوسف ٹه حقیقی اور ظلی وجود میں کوئی مغائرت نہیں صرف وہی مغائرت ہے جو اصلی شکل اور عکس میں مغائرت ہے جو آپنے کبھی آئینہ تو دیکھا ہی ہوگا ایسی ہی سمجھہ لو۔ ابو یوسف سه آسمان پر اصل اور زمین پر ظل ابو یوسف
سه ابھی تو یہ بات بھی حل نہ ہوئی ملا کی ... لازم آوے۔ وہ روحانیات سماویہ ہیں جو اپنی قوتوں اور ملکات ملکیہ کے ذریعے دو جگہ نہیں بلکہ صد ہا جگہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی مختلف قوتوں کے ساتھہ آن واحد میں مختلف کام کرنے کی استعداد رکھتے ہیں اور اگر آپکا یہہ اعتراض برمحل ہے تو پھر یہی سوال ہمارا ہے کہ ملک الموت آن واحد میں کروڑہا جانیں مختلف مقامات اور مختلف ملکوں میں بذات خود
ما ہم کیونکر قبض کر سکتا ہے کیونکہ بقول آپکے ایک شے آن واحد میں دو جگہ نہیں ہو سکتی سو اسکا جواب دیجئے اور اگر جواب نہ دے سکے تو پھر عارف کی بات ہی مان لو۔ ہیچ کیا ہے۔ ابو یوسف ۵ه ابھی آپ بھول گئے علماء ربانیین نہیں بلکہ شیطانیین کہئے ابو یوسف

کا وجود ملائکہ کا وجود آسمانوں کا جسمانی وجود دوزخ بہشت کے جسمانی آلام و نعیم شق القمر وغیرہ معجزات - قبر کا عذاب جسمانی حشر و نشر - حساب وغیرہ کی کنہ حقیقت کیفیت عقلاً ہمیں سمجھا دیویں پھر جبرائیل ؑ کا مکہ مدینہ میں سمانا ہم سے سمجھ لیویں - اگر وہ ان اشیاء کی حقیقت (جو عقاید اہل اسلام ہیں) نہ سمجھا سکیں تو جبرائیل کے مدینہ میں سمانے کی حقیقت نہ سمجھانے میں ہمیں اپنی مانند سمجھیں -

میں افسوس کرتا ہوں کہ مرزا صاحب نے ایسے دعاوی کر کے اور پھر ایک ایسے واہی سوال کیا جو دشمن اسلام فلاسفہ اور نیچر کرتے ہیں - اگر یہہ اعتقاد تھا تو پھر مسلمانوں کے پیر کہلانے کی کیا ضرورت تھی شیخ صاحب یہہ ہی اعتقاد تو مرزا صاحب کے ہیں - جنکی طفیل خطاب حاصل کر رہے ہیں - اگر آپکے دل میں کچھ بھی انصاف اور خوف خدا ہے تو انصاف کرو کہ کیا یہہ عقیدہ اہل اسلام کا ہے - تفسیر کبیر میں تو حضرت علامہ رازی نے یہہ اعتقاد فلاسفہ کفرہ کا بیان کیا ہے - ہائے کاش کوئی غیر مسلم یہہ سوال کرتا - فالحمد للہ اولاً و آخراً -

خادم المسلمین عبد القادر - حال مقیم وزیر آباد

جواب پرچہ نمبر ۱ شیخ محمد جان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مولوی عبد القادر صاحب -

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی - اما بعد - آپکا پرچہ چھ روز کے بعد پہونچا - تعجب ہے - آپ کیوں اصلی بات کی طرف نہیں آتے - معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مبارک میں آپکو کوئی ثبوت حضرت جبرائیل ؑ کے اپنے اصلی و حقیقی وجود کے ساتھ

میاں چلو اخورد ن راروئی باید - حضرت مرزا صاحب تو سمجھاتے ہیں مگر آپ سمجھنے کے لائق بھی ہوں - عارفوں سے لڑائی اور پھر معرفت کی خواہش ؟ حضرت مرزا صاحب نے یہ تمام اسرار معرفت بیان کر دیئے ہیں - انکی کتابیں دیکھو - آنکھوں میں نہیں نور - چراغ کا قصور - ابو یوسف

❋ اس حاشیہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۰۲

لہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک - ابو یوسف ٹہ اے عقل کے دشمن ملا جی اسلامی اور قرآنی فلسفی کی کیا خبر ہو کیوں عقل کے پیچھے لاٹھی لئے پھرتا ہے - ابو یوسف سُہ اے شور نوید حادان بچے - چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوش کرو منہ اچھا نہیں تو بات ہی اچھی لکھو - ابو یوسف

(جو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور اسکی بازو آسمان کے کناروں تک پہونچے ہوئے ہیں) زمین
پر اُترنے کا نہیں ملتا۔ تب ہی تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) آپ حیلہ بازی کر رہے ہیں
اور آپکا یہہ لکھنا کہ جبرائیل ع یا کوئی اور فرشتہ جس ذات کے ساتھہ بشری شکل میں زمین پر آتا ہے
وہ اُسکی حقیقی شکل ہے یا نہیں اگر حقیقی نہیں تو اور کیا ہے اور تمثلی اور حقیقی میں کچھہ مغائرت ہی
اگر ہے تو بیان کرو۔ کہ آسمان پر کیا ہے اور زمین پر کیا کیونکہ ایک ہستی ایک وقت میں دو جگہ
نہیں ہو سکتی۔" وغیرہ
اس کے جواب میں خاکسار نہایت افسوس سے عرض کرتا ہے کہ آپ ہی تو تحریر فرما رہے ہیں
کہ ایسے واہی سوالات میں پڑنا بقول امام رازی صاحب کفر ہے۔ تو پھر کیا سبب ہے کہ بڑی
مستعدی سے اس کفر میں پہلے آپ ہی کود پڑے۔ خیر اسکا جواب جو شیخ عبد الحق صاحب دہلوی
نے مدارج النبوۃ میں دیا ہے وہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ ذرا خواب خرگوش سے ہوشیار
ہو کر سنیں۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ اُہل تحقیق کے نزدیک یہہ تمثلی نزول ہے نہ حقیقی
تا حقیقتاً ایک جسم کا چھوڑنا اور دوسرے جسم میں داخل ہونا لازم آوے۔ پھر لکھتے ہیں بات یہہ تھی
کہ جبرائیل علیہ السلام کے ذہن میں جو دحیہ کلبی کی صورت علمی تھی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام
بوجہ قدرت کاملہ و ارادات شاملہ اپنی کے اُس صورت پر اپنے وجود کا افاضہ مع جمیع صفات
کاملہ اپنے کے کر کے تمثل کے طور پر اُسمیں اپنے تئیں ظاہر کر دیتے تھے یعنے دحیہ کلبی کی صورت
میں بطور تمثل اپنے تئیں دکھلا دیتے اور اس صورت علمیہ کو اپنی صفات سے متلبس کر کے نبی ع
پر تمثلاً ظاہر کر دیتے تھے۔ یہہ نہیں کہ جبرائیل ع آپ اپنے اصلی وجود کے ساتھہ آسمان سے
اُتر آتا تھا بلکہ جبرائیل ع اپنے مقام پر آسمان میں ثابت و قایم رہتا تھا اور یہہ جبرائیل ع اُس حقیقی
جبریل ع کی ایک مثال تھی یعنے اس کا ایک ظل تھا اُسکا عین نہیں تھا۔ کیونکہ عین جبریل تو وہ
ہے جو اپنی صفات خاصہ کے ساتھہ آسمان پر موجود ہے اور اُسکی حقیقت اور شان الگ ہی" پھر
اسقدر تحریر کے بعد شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جس طرح جبرائیل علیہ السلام تمثلی

صورت میں نہ حقیقی صورت میں نازل ہوتا رہا ہے۔ یہی مثال روحانیات کی ہے جو بصورت جسمانیات متمثل ہوتی ہیں۔ اور یہہ ہی مثال **خدا تعالیٰ** کے تمثل کی بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتا ہے اور یہی مثال کمل اولیاء کی ہے جو مواضع متفرقہ میں بصور متعددہ نظر آجاتے ہیں"۔ پس مولوی صاحب آپکا یہہ خیال کہ جبرائیل؊ اپنے اصلی وجود کے ساتھہ (جو بموجب فرمان نبوی صلعم مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور جسکے بازو آسمان کے کناروں تک پہونچے ہوتے ہیں) زمین پر نازل ہوتا تھا بدیہی البطلان ہے۔ آپ خدا کے لئے ہٹ دہرمی چھوڑدیں ورنہ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں۔ اور آپکا یہہ لکھنا کہ ہائے کوئی غیر مسلم یہہ سوال کرتا"۔ مولوی صاحب غضب ہوتا۔ آپ واقعی خواب خرگوش میں مدہوش ہی ہیں۔ کیونکہ اب تک زمانہ کے حال اور غیر مسلم لوگوں کے اعتراضات سے آپ غافل محض ہیں۔ مولوی صاحب اگر غیر مسلم اور دہریہ منش لوگوں کی طرف سے ملائکہ کی نسبت ایسے اعتراضات نہ ہوتے تو حضرت اقدس امام ہمام جناب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کو توضیح مرام ودیگر تصانیف میں اسقدر تشریح اور توضیح ملائکہ کی نسبت کرنے کی کیا ضرورت پیش آتی۔ جس نور کو آپنے اپنی کوتہ فہمی سے ظلمت سمجھکر اتبک قبول نہیں کیا ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم × چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔ کیا ٹھیک کہا گیا ہے ؎ آنانکہ گشت کوچہ جاناں مقام شاں × ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں × ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق × میرد کسیکہ نیست مرامش مرام شاں × اے مردہ دل بکوش پئے ہجو اہل دل × جہل و قصور تست نفہمی کلام شاں ×

قولہ۔ اور جو پہلے پرچہ میں آپ نے لکہا تہا کہ ایک دفعہ چند مسایل کے استفسار پر آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فرمایا کہ کل بتادوں گا اور انشاء اللہ نہ کہا تو وحی جبرئیل کئی روز تک نہ آئے۔ اور ایک دفعہ چالیس روز تک نہ آئے وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

اقول اسکے جواب میں واضح ہو کہ ایسا خیال کرنا کہ روح القدس کبھی انبیا کو خالی چھوڑکر آسمان پر

چڑھ جاتا ہے صرف ایک دھوکا ہے کہ جو بوجہ غلط فہمی نزول اور صعود کے معنوں کے دلوں میں متمکن ہو گیا ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ نزول کے یہہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ کوئی فرشتہ آسمان سے اپنا مقام اور مقر چھوڑ کر زمین پر نازل ہو جاتا ہے ایسے معنے تو صریح نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ فتح البیان میں ابن جریر سے بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہہ حدیث مروی ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مافی السماء موضع قدم الا علیہ ملک ساجد او قائم وذلک قول الملئکۃ ومامنا الا لہ مقام معلوم یعنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آسمان پر ایک قدم کی بھی جگہ خالی نہیں جس میں فرشتہ ساجد یا قایم نہ ہو اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص ایک مقام معلوم یعنے ثابت شدہ رکھتا ہے جس سے ایک قدم اوپر نیچے نہیں آسکتا۔ اب دیکھو اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ فرشتے اپنے مقامات کو نہیں چھوڑتے اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا کہ ایک قدم کی جگہ بھی آسمان پر خالی نظر آوے۔ مگر افسوس آپ لوگ اور آپکے استاد شیخ بٹالوی صاحب ابتک اس زمانہ میں بھی کہ علوم ہیئۃ طبعیہ کا فروغ ہے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آسمان کا صرف باندازہ ایک قدم خالی رہنا کیا مشکل بات ہے بعض اوقات تو بڑے بڑے فرشتوں کے نزول سے ہزارہا کوس تک آسمان خالی و ویران سنسان پڑا رہجاتا ہے جس میں ایک فرشتہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب موتیوں کے چھ سو پروں والا فرشتہ جس کا طول مشرق مغرب تک ہے یعنی حضرت جبرائیل زمین پر اپنا سارا وجود لیکر اُتر آیا۔ تو پھر سوچنا چاہئے کہ ایسے جسیم فرشتہ کے اُترنے سے ہزارہا کوس تک آسمان خالی رہجائیگا۔ یا اس سے کم ہوگا۔ حضرت شیخ الکل اور شیخ بٹالوی اور محدث کہلانا اور احادیث نبویہ کو نہ سمجھنا جائے افسوس اور جائے شرم!

مولوی عبد القادر صاحب اگر کچھہ بھی آپ حق طلبی کی بو رکھتے ہیں تو ذرا تامل سے سوچیں

اور اس بات کو نہایت احتیاط سے اپنے حافظہ میں رکھ لیں کہ مقربوں کا روح القدس کی تاثیر سے علیحدہ ہونا ایک دم کے لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ انکی نئی زندگی کی روح بھی روح القدس ہے - پھر وہ اپنے روح سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں اور جس علیحدگی کا ذکر احادیث اور بعض اشارات قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اُس سے مراد صرف ایک قسم کی خاص تجلی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الہی اُس قسم کی تجلی میں کبھی فترہ واقع ہو جاتی ہے - اور اصطلاح قرآن کریم میں اکثر نزول سے مراد وہی تجلی ہے - ورنہ ذرا سوچنا چاہیئے کہ جس **آفتاب صداقت** کے حق میں یہہ آیت ہے **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** - یعنے اُسکا کوئی نطق اور کوئی کلمہ اپنے نفس اور ہوا کی طرف سے نہیں وہ تو سراسر وحی ہے جو اسکو دلپر نازل ہو رہی ہے - اُسکی نسبت کیا ہم خیال کر سکتے ہیں کہ مدتوں نورِ وحی سے بکلی خالی ہی رہجاتا تہا - مثلاً یہہ جو منقول ہے کہ بعض دفعہ چالیس دن اور بعض دفعہ بیس دن اور بعض دفعہ اس سے زیادہ ساٹھہ دن تک بھی وحی نازل نہیں ہوئی - اگر ایسے عدم نزول سے یہہ مراد ہے کہ فرشتہ جبرائیل ع بکلی آنحضرت صلعم کو اس عرصہ تک چھوڑکر چلا گیا تو یہہ سخت اعتراض پیش آئیگا کہ اس مدت تک جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کیں کیا وہ احادیث نبویہ میں داخل نہیں تھیں اور کیا وحی غیر متلو اُنکا نام نہیں تہا - اور کیا اس عرصہ میں آنحضرت م کو کوئی خواب بھی نہیں آتی تھی جو بلاشبہ وحی میں داخل ہے - اور اگر آپ اور آپکے پیشوا شیخ بٹالوی صاحب یہی سمجھے ہیں اور یہہ بات صحیح ہے کہ ضرور مدتوں جبرائیل ع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑکر بھی چلا جاتا تہا اور آنحضرت م بکلی وحی سے خالی رہجاتے تھے تو بلاشبہ اُن دنوں کی احادیث آپ لوگوں کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہونگی - کیونکہ وحی کی روشنی سے خالی ہیں اور آپکے نزدیک اُن دنوں خوابوں کا سلسلہ بھی بکلی بند تہا -

اب منصفو دیکھو کیا ان لوگوں کی بے ادبی آنحضرت صلی اللہ وسلم کی نسبت انتہا کو پہنچ گئی یا نہیں - وہ **آفتاب صداقت** جس کا کوئی دل کا خطرہ بھی بغیر وحی کی تحریک سے

نہیں اس کے بارہ میں اُن لوگوں کا یہہ عقیدہ ہے کہ گویا وہ نعوذ باللہ مدتوں ظلمت میں
بھی پڑا رہتا تھا اور اُسکے ساتھہ کوئی روشنی نہ تھی - افسوس ! افسوس !! افسوس !!!
اور حضرت اقدس جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس عاجز کو ذاتی تجربہ سے معلوم ہی
کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی
ہے اور بغیر روح القدس اور اسکی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا
اور انوار دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہی - کہ
روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُنکے ساتھہ ہوتا ہے - پھر امام المعصومین ؑ اور
امام المتبرکین ؑ اور سید المقربین ؑ کی نسبت کیونکر خیال کیا جائے کہ نعوذ باللہ کسی وقت
ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں اور روشنیوں سے خالی رہتے تھے -
افسوس یہہ لوگ حضرت عیسیٰ ؑ کی نسبت یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تنتیس برس روح القدس ایکدم
کے لئے بھی اُن سے جدا نہیں ہوا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس قرب سے منکر ہیں -
اور یہہ بات ناظرین کے ضروری توجہ کے لائق ہے کہ ان مولویوں نے بات بات میں حضرت عیسیٰ ؑ
کو بڑھایا اور ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی - غضب کی بات ہی کہ ان کا عقیدہ
حضرت مسیح کی نسبت تو یہہ ہو کہ کبھی روح القدس اُن سے جدا نہیں ہوتا تھا اور مس شیطان سے
وہ بری تھے اور یہہ دونو باتیں اُنہیں کی خصوصیت تھی - لیکن ہمارے نبی صلعم کی نسبت انکا
یہہ اعتقاد ہو کہ نہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُنکے پاس رہا اور نہ نعوذ باللہ (نقل کفر کفر
نباشد) مس شیطان سے بری تھے - باوجود ان باتوں کے یہہ لوگ مسلمان کہلاویں - انکی
نظر میں ہمارے سید و مولی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ اور حضرت عیسیٰ ؑ اب تک زندہ
اور حضرت عیسیٰ ؑ کے لئے روح القدس دائمی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس
نعمت سے بے بہرہ اور حضرت عیسیٰ ؑ مس شیطان سے محفوظ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
محفوظ نہیں جن لوگوں کے یہہ عقاید ہوں اُنکے ہاتھہ سے جس قدر دین اسلام کو اس زمانہ

ہیں نقصان پہونچ رہا ہے کون اُسکا اندازہ کر سکتا ہے۔ یہہ لوگ چھپے ہوئے رسول اللہ صلعم کے دشمن ہیں۔ چاہیئے کہ ہر ایک مسلمان اور سچا عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے پرہیز کرے۔ سلف صالح کو سراسر شرارت کی راہ سے اپنے اقوال مردودہ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اپنی نابینائی کی وجہ سے سلف صالح کے اقوال کو سمجھہ نہیں سکتے۔ اور نہ احادیث نبویہ کی اصل حقیقت تک پہونچ سکتے ہیں صرف دھوکا دہی کی راہ سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا یہہ حال ہے تو یہی عقیدہ سلف صالح کا ہے۔

اے نادانو! یہہ سلف صالح کا ہرگز عقیدہ نہیں۔ اگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہہ اعتقاد رکھتے کہ کبھی یا مدتوں تک آپ سے روح القدس جدا بھی ہو جاتا تھا۔ تو وہ ہرگز ہر یک وقت اور ہر یک زمانہ کی احادیث کو آنحضرت صلعم سے اخذ نہ کرتے۔ اُنکی نظر تو اس آیت پر تھی وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اگر صحابہ تمہاری طرح مس شیطان کا اعتقاد رکھتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المعصومین کیوں قرار دیتے۔ خدا تعالی سے ڈرو۔ کیوں افترا پر کمر باندھی ہے ؎

مصطفیٰ را چوں فروتر شد مقام
از مسیحِ ناصری اے طفلِ خام

آنکہ دستِ پاکِ او دستِ خداست
(ید اللہ فوق ایدیہم)
چوں تواں گفتن کہ از روحش جداست
(یعنی روح القدس)

آنکہ ہر کردار و قولش دینِ ماست
یک دم از جبریل نبودش چوں رواست

بر امامِ انبیا ایں افترا
چوں نمے ترسید از قہرِ خدا

مولوی صاحب خفا نہ ہونا۔ یہہ محض آپکی خیر خواہی ہے۔ آپ خوب غور اور تدبر سے سوچیں اور حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متبرک کتابوں کو محض حق طلبی کی غرض سے پڑھیں اور ان آیات قرآنی کو بھی پیش نظر رکھیں اللہ تعالی آپکو بصیرت بخشے۔ ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون ؕ

اور آپنے جو اپنے عزیز وقت کے ضایع ہونے کی شکایت لکھی ہے خاکسار کو بہت ہی تعجب ہوا ہے کیونکہ یہہ جو کچھہ آپنے چھہ روز کے عرصہ میں لکھکر بھیجا ہی سوائے تضییع وقت کے اور کیا کیا ہی ذرا اپنے دل میں ہی سوچیں اور جناب شیخ بٹالوی صاحب کی طرح بار بار آپنے لکھا ہی کہ اسکا جواب میں فلان فلان نمبر اشاعۃ السنہ کا دیکھو۔ مولوی صاحب یہہ محض فضول باتیں ہیں۔ جو قرضہ خاکسار کا آپکے سر پر ہے بحوالہ النصوص قرآنیہ واحادیث صحیحہ ادا کریں اور اگر کوئی ثبوت آپ جبرائیل علیہ السلام کے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھہ زمین پر اُترنے کا نہیں دیسکتے تو ہٹ دہرمی سے باز آجاویں۔ اُمید ہی اب حقیقی اور تمثلی یا ظلی نزول کا پورا نقشہ آپکے ذہن شریف میں آگیا ہوگا۔ اگر اسپر بھی نہ سمجھے تو پھر تمہیں خدا سمجھے۔

والسلام علی من اتبع الہدی۔ ھدانا اللہ ایانا وایاکم الصراط المستقیم الذی انعم علی النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

آپکا دلی خیر خواہ خاکسار محمد عثمان خادم المسیح۔

پرچہ نمبر ۳ میاں عبد القادر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی۔

اما بعد

مشفقی شیخ صاحب زاد عنایتہ۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے اور آپکے درمیان دو تین عریضہ لکھے جاچکے ہیں مگر تاہنوز کوئی محاکمہ نہیں ہوا۔ خیر اب آخری رقعہ میں آپنے تسلیم کرلیا ہے کہ کوئی فرشتہ زمین پر نہیں اُترتا فقط انکا ظل (اثر سایہ ہوتا ہے) اور میری غرض بھی یہی منوانے کی تھی کیونکہ مرزا صاحب کا یہی عقیدہ✝ خلاف قرآن وحدیث ہے۔ آپ بار بار قرآن وحدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ سو جناب اگر آپ حدیث جانتے ہوتے تو پہلے پرچہ میں جو قرآن کریم کی دو آیتوں سے صریح نزول اصلی اور دو حدیثوں سے لکھا گیا تھا۔ یا آپ مانتے یا اُنکا جواب دیتے۔ آپنے اُنکا کوئی جواب نہ دیا اور بار بار مرزا صاحب کی عبارت مشہورت ایک اپنے ہم مذہب

✝ اری میاں خبطی صاحب قرآن وحدیث سے یہی عقیدہ ثابت ہوتا ہے جسے آپ خلاف قرآن وحدیث بتا رہے ہیں ذرا اپنا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت کرکے تو دکھاؤ۔ ابو یوسف

کے لکھہ لکھکر میرے وقت کا خون کرنے لگ گئے۔ سو میں اسوقت آپکو معذور خیال کرکے
آپسے معافی چاہتا ہوں کہ اگر آپ معقول گفتگو نہیں کر سکتے اور مرزا صاحب کی عبارتوں کو ہی
باربار بعینہ نقل کر دیتا ہے تو میں آپکو جواب نہیں دیتا۔ اور میں آپکو مطلع کئے دیتا ہوں۔ کہ
نعوذ باللہ میرا ہرگز یہہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ صرف آپسے منوانے کے لئے لکھا ہے اور جو کچھہ آگے
آپنے طول طویل عبارت آئینہ لکھی ہے۔ وہ صرف مرزا صاحب کی تحریف اور ناحق کی
دل آزاری ہے اور اسکا مفصل جواب اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۱۵ میں شیخ الزمان سلمہ الرحمان
نے دیا ہے۔ اگر نیت احقاق حق ہے تو ملاحظہ فرماویں۔ اور ہمارا (اہل اسلام کا) ہرگز اعاذنا اللہ
یہہ عقیدہ نہیں کہ حضرت یسوع مسیح عیسیٰ حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین سے افضل ہیں بلکہ
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو حضور کا خلیفہ اور نائب سمجھتے ہیں۔ شیخ صاحب یہہ عقیدہ
تو مرزا صاحب کا ہے کہ اپنے کو حضرت سید المرسلین و جمیع انبیاء پر افضل سمجھتے ہیں۔ اور
حضرت شیخ عبد الحق صاحب مرحوم پر کیوں افترا کئے جاتے ہو انکا تو صاف عقیدہ ملائکہ کا
نزول من السماء اصلی وجود کے ساتھہ خود انکی کتب سے ثابت ہے اسکی تفصیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۵
سے ملاحظہ ہو اور میرے عریضہ اور آپکو کسی منصف محاکم کے ہاں پیش کرکے محاکمہ کرائیں
کہ آپ کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا لکھتا ہوں۔ میں نے آپکا عریضہ اس لئے واپس کر دیا ہے۔ کہ
میں اس گفتگو کو تضییع وقت سمجھتا ہوں اگر آپکی نیت احقاق حق ہے تو اشاعۃ السنہ
کا جواب لکھو۔ عبد القادر

جواب پرچہ نمبر ۳ شیخ محمد جان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مولوی عبد القادر صاحب۔

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد۔ آپنے جو کچھہ خاکسار کے

لہ کیا خوب اپنے منہ میاں مٹھو۔ آپکا اہل اسلام ہونا تو آپکے افعال سے ظاہر ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت پہلے لوگوں سے تو فیصلہ کرا لو کہ وہ آپ کو سمجھتے کیا ہیں اہل اسلام یا دشمن اسلام سو میں فیصلہ تک بعد اسکے آپکو مسلمان سمجھتا
سلہ شیر یزدان رفیق الشیطان
سکہ اسکے جواب میں سوا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہوں۔ بس آپ اسی تحفہ کے سزاوار ہیں۔ ابو یوسف

سکہ ملّاں صاحب آپکا وقت بڑا قیمتی ہے بھلا آپکو یہہ فرصت کہاں کہ دینی مسائل کی تحقیقات کرو۔ ہاں اگر کسی کے یہاں دعوت ہو تو شکم پری کے لئے فرصت مل جاتی ہے۔ ابو یوسف

پرچہ مرقومہ ۱۹- اکتوبر ۹۸ء کے اوپر لکھکر بھیجا ہی محض افترا اور بہتان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاکسار
کے اس مضمون نے آپکے تمام بخیے ڈھیلے کر کے آپکے حوصلہ کو پست کر دیا ہی۔ تبھی تو آپکو تنگ آکر لکھنا
پڑا کہ آپ یہہ مضمون کسی کی مشورت سے لکھتے ہو۔ اور اب آپ کو محاکم یاد آیا ہے۔

مولویصاحب کیا آپکو اور آپکے فرضی باپ صاحب کو گجرات والے محاکمہ کی ذلت یاد نہیں رہی
جو آپکو اپنے حاکم مولوی باقر علی صاحب امامیہ کے ذریعہ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے محاکمہ میں پیش آئی تہی (وہ محاکمہ تو
چھپ بہی گیا ہوا ہی) اور اسکو ابہی ایک سال بہی نہیں گذرا ہوگا کہ آپ بھول گئے۔ عجیب مولوی ہو شاباش !!!۔

اور ملائکہ کے نزول کی نسبت حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور ہم خادمان کا وہی عقیدہ
ہی جو قرآن کریم اور احادیث میں وارد ہی۔ اور توضیح المرام وغیرہ کتب میں جو حضرت اقدس نے تشریح اور
توضیح فرمائی ہی وہ منکرین وجود و نزول ملائک کے اعتراضات کے جواب ہیں جو عین ثبوت ہیں۔

حضرت اقدس کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۴ سے یہہ عبارت ملاحظہ فرماویں جو آپ جیسے مخالفین کے
افترا کے جواب میں درج ہے اور وہ یہہ ہے۔ "اصل بات یہہ ہے کہ یہہ عاجز (یعنے حضرت مرزا صاحب)
ملائک اور حضرت جبرائیل کے وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے اور
جیساکہ قرآن اور حدیث کے رو سے ملائک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں یا جو
کام خاص طور پر انہیں سپرد ہو رہا ہے اسی کی تشریح رسالہ توضیح المرام میں ہے ؎

چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست ✽ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

اور جو آپنے حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی پہ افترا کیا ہے کہ وہ فرشتوں کے نزول کے
اصلی اور حقیقی وجود کے ہی قایل ہیں اور انکی تصنیفات اسپر شاہد ہیں اس افترا کے جواب میں آپکو واضح رہی
کہ جو حلیہ حضرت جبرائیل ع کا آسمان پر بمشاہدہ خود آنحضرت صلعم نے فرمادیا ہی کہ مشرق مغرب میں پہیلا
ہوا ہی اور انکو بازو آسمان کے کناروں تک پہونچے ہوے ہیں اگر آپ یا آپکے استاد جنکو آپ شیخ الزمان کا
خطاب دیتے ہیں اس بات میں سچے ہیں کہ حضرت جبرائیل ع اپنی اسی شکل اور صورت میں زمین پر اتر آتے
تہے تو اسکا ثبوت بحوالہ قرآن کریم اور احادیث پیش کریں اگر آپ اس سے قاصر رہیں تو پہر حضرت

شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی ہی کی کتب سے پیش کریں! ہاں اگر پیش نہ کر سکیں تو پھر خدا سے ڈریں اور اُس لعنت[۱] سے بچیں جو جھوٹوں پر وارد ہوتی ہے۔ مولوی صاحب ایسی ذلیل زندگی سے مرنا[۲] بہتر ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۵ کا آپ بار بار تذکرہ کرتے ہیں مولوی صاحب اگر اُس میں کچھ ثبوت ہی تو کیوں تحریر نہیں کر دیتے۔ کہ قصہ تمام ہو۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ اور جو آپ بار بار لکھتے ہیں کہ میرے عزیز وقت کا خون ہو رہا ہے۔ مولوی صاحب معلوم نہیں کہ سوائے آوارہ گردی کے آپ کونسی خانگی یا سرکاری کارروائیوں میں مشغول ہیں کہ دینی کام میں پڑنے سے آپکا وقت ضایع ہوتا ہے۔ ہم تو آپ کو بازار میں سدا جوتیاں چٹخاتے ہی دیکھتے ہیں۔ اور یہ محض آپکا افترا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپکو حضرت خاتم الانبیاء و دیگر انبیاء پر افضل سمجھتے ہیں لعنة الله على الكاذبين المفترين جھوٹوں اور مفتریوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب تو اپنی ہر ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجکو ملا ہے محض ببرکت و متابعت حضرت سیدنا و مولانا سید الکل و افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلعم کے ملا ہے اور میں اُس آفتاب صداقت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ایک خادم ہوں۔ مولوی صاحب آپکو اپنے افترا کرتے ہوئے کیوں شرم نہیں آتی۔ کچھ تو شرم کرو آخر ایک دن مرنا ہے۔ اب حضرت اقدس کے چند اشعار جو اُس آفتاب صداقت سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے حق میں ہیں پیش کرتا ہوں۔ ذرا حیا اور شرم کو کام میں لاکر غور اور فکر سے پڑھو

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم	گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
محمد است امام و چراغ ہر دو جہاں	محمد است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا	خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں
شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم	آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد	پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک	ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

[۱] برادرم اسی کی تو انکو ضرورت ہے پھر اُس سے بچیں کیونکر۔ ابو یوسف

[۲] آپکے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں بے ثبوت اور بے دلیل ہونے سے بڑھ کر اور کونسی موت ہے۔ ابو یوسف

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال | چوں دلِ احمد سے بینم دگر عرش عظیم
منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار | صد بلا را میخرم از ذوق آن عین النعیم
از عنایاتِ خدا و از فضلِ آن داور پاک | دشمنِ فرعونیاں تم بہرِ عشق آں کلیم
آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں | گفتمے گر دیدمے طبعے درین راہے سلیم
در رہِ عشق محمدؐ این سر و جانم رود | این تمنا این دُعا این در دلم عزمِ صمیم

مولوی صاحب - لایستوی الاعمٰی والبصیر - نظر ڈالیے یعنے اندھا اور سوجاکھا برابر نہیں ہو سکتا - آپ ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں ورنہ آخر رونا اور دانت پیسنا ہوگا - شاید آپکو دریا اور کنوئیں والی مینڈک کی حکایت تو یاد ہو گی - تکبر نہ کریں اور آپ بازیگر کی طرح بار بار یہہ نہ کہتے جاویں کہ ابھی کسر ہے - جس قدر پرچہ آپکے پاس پہونچے ہیں اُنپر بنظر انصاف دوبارہ غور فرما کر فائدہ اُٹھاویں اور آپکو واضح رہے کہ جس قدر سلسلہ تحریر کا میرے اور آپکے درمیان ہوا ہے - اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ خاکسار نے اسمیں کسی سے مشورہ ✝ نہیں لیا - یہہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور یہہ آپکا لکھنا کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے عبارت نقل کر دیتے ہو - سو مولوی صاحب آپ کے پاس بھی تو انکی شیخ الزمان کی کتابیں ہونگی آپ کیوں کوئی ثبوت اُن میں سے نقل نہیں کر دیتے تا آپکی خلاصی ہو - ورنہ خاکسار تو دروغگو را بخانہ اش باید رسانید کا معاملہ کر کے چھوڑیگا - آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی زیادتیوں کی معافی مانگیں اگر آپکو اعتبار نہ آوے کہ یہہ سلسلہ تحریر کا بلا کسی مشورہ کے خاکسار آپ سے کر رہا ہے تو لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین کا غصہ پیش کر کے ملتمس ہوں کہ آپ سوٴ ظنیوں سے پرہیز کریں اور آپکی اور میری تحریروں کا محاکمہ خود پبلک کر لیگی - آپ گھبرا کیوں جاتے ہیں اگرچہ آپکے پرچہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے - کہ آپ گریز کر گئے ہیں مگر اب پھر عرض کیا جاتا ہے کہ اس پرچہ کے جواب میں اگر آپنے حضرت جبرائیلؑ کا اُس اصلی وحقیقی جسم کے ساتھ جس کا حلیہ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا - آسمان سے زمین پر نازل ہونیکا ثبوت نہ دیا تو پھر یقیناً آپکی طرف سے گریز سمجھکر سلسلہ تحریر کا بند کیا جاویگا - اور یقیناً سمجھو کہ آپ

✝ اسی امام الزمان کی طفیل تو ہمیں علوم حقہ حاصل ہوئے ہیں اور انکی کتابوں سے نقل کرنا ہمارا فخر ہے یہہ انکی ہی برکت ہے کیونکہ سر اٹھائیں جن لوگوں نے اس سے منہ پھیرا ہے اُن سے خدا تعالیٰ کی رحمت نے روگردانی کی ہے - ابو یوسف +

مشتبقی جسم کیساتھ حضرت جبرائیل ؑ کا زمین پر اُترنا ثابت نہیں کرسکتے۔ قطع نظر اسکے آپکی نیت اگر احقاق حق کی ہے تو اس آسان فیصلہ کی طرف آجاؤ۔ آٹھ سو پچیس روپیہ کا اشتہار پیش کرتا ہوں آپ اپنے پیشوا شیخ الزمان میاں محمد حسین صاحب بٹالوی کو بُلا کے کسی میدان میں حضرت اقدس جناب امام الزمان المسیح موعود علیہ السلام کیساتھ مباہلہ کے لئے پیش کرو اور حسب شرائط مندرجہ اشتہار مرقومہ ۱۵- اکتوبر ۱۸۹۸ء مشمولہ پرچہ ہذا فائدہ اُٹھاؤ۔ لعنۃ اللہ علی من اعرض والا ورحمۃ اللہ علی من قبل واتی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپکا مشفق ناصح خاکسار محمد جان خادم حضرت اقدس

جناب مسیح موعود علیہ السلام۔ وزیر آباد۔

۲۲- اکتوبر ۱۸۹۸ء

نوٹ (۱) یہہ پرچہ ۲۴- اکتوبر ۱۸۹۸ء بوقت ۳ بجے بعد دوپہر معرفت عبد الحمید داماد حافظ عبد المنان صاحب کے میاں عبد القادر کو پہونچایا گیا۔

نوٹ (۲) واقعہ ۲۴- اکتوبر ۱۸۹۸ء کو سٹیشن پر بوقت ۷ بجے شام میاں عبد القادر سے دریافت کیا گیا کہ جواب کیوں نہیں بھیجا تھا تو آپ انکار کر گئے کہ مجھکو عبد الحمید نے پرچہ نہیں پہونچایا تھا پھر آج واقعہ ۲۴- اکتوبر کو عبد الحمید صاحب نے جب دریافت کیا تو انہوں نے روبرو خادم علی صاحب کے صاف کہدیا کہ میں نے پرچہ اُسی وقت میاں عبد القادر کو دیدیا تھا۔ افسوس! انکی حالت کیسی ردی ہوگئی ہے کہ جھوٹ کو شیر مادر کی طرح سمجھتے ہیں۔ ز بطال گیر خود سند عار ہ کہ اورا نیارد کسے در شمار۔ منہ

بقیہ حاشیہ ۲ متعلق صفحہ ۷۹

حقیقت نزول ملائکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے صرف اس قدر ہے کہ ملائکۃ اللہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہوتے ہیں اور یہہ تشکل اور تمثل اُن قوی کا نتیجہ ہے جو اُن میں ودیعت فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الیواقیت میں فرماتے ہیں کہ ان الملٰئکۃ عند اہل الحق اجسام
لطیفۃ وھم قوۃ التشکل والتبدل قادرون علی الافعال الشاقۃ عباد مکرمون الخ یعنے فرشتے اہل حق
کے نزدیک اجسام لطیفہ ہیں اور انکو تشکل اور تبدل کی قوت حاصل ہے اور وہ بڑے بڑے مشکل کاموں کے انجام دینے پر قادر
ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں پس اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ملائکہ اپنی تشکل اور تبدل کی قوت سے جسمانی
شکل میں متمثل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے اصلی وجود اور اصلی صورت سے نازل نہیں ہوتے کیونکہ ملائکہ کی اصلی صورت
کا مشاہدہ اور معاینہ انسانی قوی اور بشری طاقتوں کے تحمل سے بالاتر ہے جیسا کہ قرآن کریم کی یہ آیت اس
بات پر نص صریح ہے وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ولو جعلناہ
ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ ترجمہ اور منکر کہتے ہیں کہ اس پر فرشتہ (اپنے اصلی وجود کے
ساتھ جسے ہم دیکھ بھی لیں) کیوں نازل نہیں کیا جاتا اور اگر ہم اصلی وجود کے ساتھ فرشتہ نازل کیا کریں تو پھر ان کا
فیصلہ ہی ہو جائے اور پھر ڈھیل نہ دیے جائیں یعنی مر مٹیں اور فنا ہو جائیں کیونکہ یہ نشان ہلاکت ہے اور اگر ہم کسی فرشتہ
کو بھی نبی بنا کر بھیجتے تو اسے بھی ایک مرد انسان ہی کی شکل میں بھیجتے تو پھر انپر وہی شبہ پڑتا جو اب پڑا ہوا ہے یہ
آیت صاف بتا رہی ہے کہ ملائکہ اللہ اصلی وجود کے ساتھ نازل نہیں ہوتے اور نہ کسی کو اپنی اصلی صورت سے دکھائی دیتے ہیں
کیونکہ یہ نشان ہلاکت ہے اور اگر دکھائی بھی دیں تو اس سے انکا اپنے مقام سے الگ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے انہیں ایسی طاقتیں رکھدی ہیں کہ وہ اپنے اپنے مقام میں ثابت اور قائم رہکر بھی اللہ تعالیٰ کی تمام خدمات کو بجا لاسکتے
ہیں خواہ وہ خدمات رحمت کے آثار سے ہوں اور خواہ اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی ہو اور آنحضرت صلعم کا جبریل ؑ
کو اصلی صورت سے دیکھنا صرف دو مرتبہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے مگر وہ بھی زمین میں نہیں بلکہ آسمان پر سدرۃ المنتہی کے
پاس یا بین السماء والارض اور یہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ کمال کا نتیجہ ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے ولو جعلناہ قرینا لک ملکا یعاینونہ او الرسول ملکا
لجعلناہ رجلا کما مثل جبرئیل فی صورۃ دحیۃ فان القوۃ البشریۃ لا تقوی علی رؤیۃ الملک فی صورتہ
وانما راھم کذلک الافراد من الانبیاء بقوتھم القدسیۃ۔ حاصل ترجمہ یعنی اگر ہم ایسے فرشتہ کو کہ جسے
یہ دیکھتے تیرا قرین ٹھیرا لیتے یا رسول فرشتہ مقرر کرتے تو اسے ہم ایک مرد انسان کی شکل میں متمثل کرتے جیسا کہ

جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل کیا گیا کیونکہ بشری طاقت فرشتہ کو اصلی صورت میں دیکھنے کی متحمل نہیں اور بعض کامل افراد انبیائے جو فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھا تو انکا سبب انکی قوت قدسیہ کا کمال تہا۔ انتہی۔

اب اس آیت کے ساتھ ایسی آیات کو ملاؤ جنکا یہی مضمون ہے جیسے آیہ کریمہ لولا تاتینا بالملٰئکۃ ان کنت من الصادقین ما ننزل الملٰئکۃ الا بالحق وما کانوا اذا منظرین اور آیہ کریمہ وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملٰئکۃ او نری ربنا الی قولہ تعالی یوم یرون الملٰئکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین الآیہ نزول ملائکہ کی حقیقت بکلی منکشف ہوجاتی ہو یعنی یہ کہ انبیاء اللہ کے مخالفوں کی نسبت نزول ملائکہ سے مراد اللہ تعالی کی قہری تجلی ہے اور وہ بہی اس نزول سے عذاب ہی کے خواستگار ہوتے ہیں اور یہہ قہری تجلی بواسطہ ملائکہ ہوتی ہے اور انبیا اور نیک بندوں کی نسبت نزول ملائکہ سے مراد اللہ تعالی کی وحی اور الہام ہے جو بواسطہ ملائکۃ اللہ یعنی انکی اثراندازی سے ہوتا ہو۔ پس ان نقلوں سے اصلی وجود کے ساتھ نزول ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ملائکہ کے قوی کا نزول ہو۔ کاظم الیوسف

حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰ دیکھو لفظ خطاب

میاں عبد القادر صاحب کو اگر کچہہ شرم اور حیا ہوتی تو ایسے الفاظ منہ پر نہ لاتے۔ کیا حضرت اقدس مرزا صاحب کے اگلے نبیوں اور رسولوں سے کچہہ بڑہکر خطاب مل رہے ہیں یہہ وہی خطابات ہیں جو پاک لوگوں کو ہمیشہ ناپاکوں کی طرف سے ملا کرتے ہیں۔ مگر بات یہہ ہو کہ دوسرے کی آنکھ میں تنکا شہتیر ہی نظر آتا ہے۔ افسوس آپ کو وہ تمام خطابات جو علماء عرب و عجم نے غیر مقلدین کے حق میں دیئے ہیں از یاد فراموش ہو گئے ہیں بطور یاددہانی عرب کے علما کے چند الفاظ جو کتاب تحفۃ العرب والعجم میں آپ لوگوں کی نذر کئے گئے ہیں ذیل میں لکہتا ہوں امید ہے کہ آپ پڑہکر نہایت محظوظ ہونگے۔ عبد الرحمان بن عبد اللہ سراج حنفی مفتی مکہ معظمہ کتاب مذکورہ کے صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں کما ھو الواقع الآن فی الدیار الھندیۃ من بعض الجہلۃ اللئام الذین ھم کالانعام من التکلم فی حق علماء الاربعۃ الاعلام الی ان قال فاللائق بھذہ الطائفۃ التعزیر والردع

یعنی جیسا کہ اس زمانہ میں ہندوستان کے بعض جاہلوں اور لیچوں سے جو وحشی جانوروں کی مانند ہیں علماء اربعہ یعنی مجتہدین کے حق میں طعن وغیرہ پایا جاتا ہے۔ اور یہہ کہا کہ اس طایفہ کو جو تا بیزار کرنا چاہئے یہاں تک کہ ذلیل و رسوا ہو جائیں انتہی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۳ میں **احمد دحلان** مفتی مکہ فرماتے ہیں فعلی ولاۃ الامور ثبت اللہ بہم قواعد الدین و تم بہم المنۃ عنہ و الملحدین ان یعزروا من یخرج عن اتباع الائمۃ الاربعۃ المجتہدین و یعذبوہ بما یستحقہ من العذاب المہین۔ یعنی با اختیار حاکموں کو لازم ہے۔ کہ ان غیر مقلد بد عقیدوں اور ملحدوں کو جو آیمہ اربعہ مجتہدین کی تقلید سے انکار کرتے ہیں سخت تعزیر کریں یعنی جوتوں سے پٹوائیں اور پھر اسکے بعد سخت سے سخت ذلیل اور رسوا کنندہ عذاب میں انکو مبتلا کریں۔ انتہی۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۵۵ میں **حسین بن ابراہیم** مفتی مالکیہ مکی فرماتے ہیں فعلی ولاۃ الامور ضاعف اللہ لنا و لہم الاجور ان یعزروا من الحد فی الدین و خرج عن اتباع الائمۃ الاربعۃ المجتہدین۔ اللہم لا تجعلنا ممن اتبع ہواہ و سلک سبیل الشیطان فاغواہ یعنی با اختیار حاکموں پر واجب ہے کہ ان ملحدوں کو جو آیمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرتے ہیں سخت تعزیر دیں اے اللہ تو ان غیر مقلد لوگوں سے جو اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں بچا۔ کہ یہہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں پس اسنے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ انتہی۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۵۸ میں **عبد الرحمن عثمان جمال** مکی فرماتے ہیں سلت صوارم الحجج القطعیۃ علی عقائد الملحدین و دمت شہبہا الشیاطین۔ فجزاللہ مولفہا عن المسلمین خیرا یعنی اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مولف کو جزاء خیر دے کہ اسکی حجج قطعیہ کی تلواریں ملحدوں کے عقائد پر کھینچی ہوئی ہیں اور اسکو چمکتے ہوئے شہابوں نے مبطل شیطانوں کو بھگا دیا ہے۔ انتہی۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۶۰ اور ۶۱ میں **سید عبد الرحمن بخاری** لکھتے ہیں فما بال ہولاء الجہلۃ الذین یتکلمون فی کتاب اللہ و سنۃ نبیہ صلعم برائہم و ہوائہم اولئک لیس لہم فی الاخرۃ من خلاق و علیہم غضب الجلیل الخلاق و ہم کلاب اہل النار کما فی الصحیح المختار۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الی ان قال و علی ولاۃ الامور ضاعف اللہ لنا و لہم الصواب و الاجور ان یقمعوا من خالف فی ہذہ الرسالۃ المویدۃ بنور البرہان الموثقۃ بقواطع الحجج و البیان ان یضطروا ہولاء الملحدین خارجین عن الجادۃ الی الاعوجاج المبین و ان یمنعوہم ان یتفوہوا بخلاف ما فی ہذہ الرسالۃ او ینطقوا بکلمۃ من کلام اہل الزیغ و الضلالۃ حتی یدخلوا فی عموم ما علیہ جمیع المسلمین۔ حاصل ترجمہ یعنی پھر تیرا ان غیر مقلد جاہلوں کی نسبت کیا خیال ہے جو کتاب و سنت میں اپنی رائے اور خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان بد نصیبوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یہہ لوگ خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہیں اور **دوزخیوں کے کتے ہیں**۔ ان پر لاحول پڑھنا چاہئے۔ اور پھر آگے چلکر کہا کہ حاکموں پر لازم ہے کہ اگر یہ اس رسالہ کی جو بڑے زبردست دلایل سے لکھا گیا ہے خلاف ورزی کریں تو انکی بیخ کنی کر دیں اور ان تمام ملحدوں کو جو جادہ اعتدال سے خارج ہو کر کجی کی طرف نکلگئے ہیں تتر بتر کر دیں اور انکی جمعیت توڑ دیں اور انہیں لاچار کر دیں اور اس رسالہ کے برخلاف بیہودہ بکواس کرنے سے انہیں بند کر دیں اور گمراہوں کی سی باتیں نہ کرنے دیں یہاں تک کہ یہہ تمام اہل سنت و الجماعت مسلمانوں سے متفق ہو جائیں۔ انتہی۔ اھ۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۴ میں **مصطفیٰ بن محمد عفیفی** فرماتے ہیں کہ و من ادعی غیر ہذا فہو ضال مضل قد استہواہ الشیطان و باء بالحرمان و الخسران۔ یعنی جو آیمہ

تصحیح التغلیط

یعنی

مُلا ضراری کی غلطیوں کی تصحیح

ہم امید کرتے تھے کہ ہمارے رسالہ کشف الدجی کے پڑھنے سے میاں ابراہیم صاحب کو کچھہ شرم دامنگیر ہوگی اور آیندہ حیا سے کام لینگے۔ مگر ہمارا یہہ گمان بقول شخصے خود غلط بود آنچہ من پنداشتم غلط نکلا۔ میاں صاحب موصوف ایسے مرد میدان ہیں کہ کسی صورت بھی اپنی کم ظرفی اور بیحیاتی سے باز نہیں آسکتے۔ کہاتے بھی جاتے ہیں اور سر چہار کر پھر سامنے کہڑے ہو جاتے ہیں۔ اگلے اشتہار کے جاری کرنے پر جو کچھہ اُنہوں نے اپنی پردہ دری کرائی اور اپنی علمی لیاقت کی داد پائی اُس پر اُنہیں صبر نہ آیا۔ آخر پھر اپنے نئے اشتہار کے بھیجے جو اُنہوں نے نزول ملائکہ کے متعلق لکہا ہے ایک دم چھیلی لگادی جسمیں پھر ہمیں چھیڑا ہے اور دل آزاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکہا۔ مگر ہر بار ہمارا بھی یہہ کام نہیں کہ سفاہت کا جواب سفاہت اور شرارت کا جواب شرارت سے دیں کیونکہ پھر اسمیں شخصی اور خود غرضانہ بحث ہو جاتی ہے اور نفسانی کشاکش سے دینی مدعا اور اغراض صحیحہ متروک ہو جاتی ہیں اور رعایت دین کا درمیان ایک بہانہ ہی باقی رہجاتا ہے۔ اس لیے اس دفعہ ہم اُنکی چند بیہودگیوں کا جو اُنسے بوجہ اُنکی نیک بنادی اور نیک سرانجامی کے ظہور میں آئی ہیں بغرض اظہار حق جواب دیتے ہیں اور آیندہ اُنکی طرف سے بحکم آیہ کریمہ واعرض عن الجاہلین اعراض کیا جائیگا اور ہمارے اس جواب کے دو حصہ ہیں ایک اُن گرفتوں کا جواب ہے جو علماء مکفرین کی نسبت ہمارے الفاظ پر اُنہوں نے کی ہیں اور اُنمیں ہمیں نہایت پر تہذیب الفاظ سے یاد کیا ہے۔ دوسرا حصہ اُن اغلاط کا جواب ہے جو اپنی ہماری عربی قصیدہ میں بزعم خود غلطیاں سمجھکر اخذ کیں ہیں اور اپنی خوش فہمی سے صحیح الفاظ کو غلط قرار دیا ہے ؎ وکم من عائب قولاً صحیحا ٭ وآفتہ من الفہم السقیم۔ سو اول ہم اُنکی ہفوات کے پہلے حصہ کا جو ہمارے عادات اور اخلاق کے متعلق ہے جواب دیتے ہیں اور پھر دوسرے حصہ کا جواب

دینگی۔ آپ اپنی شروع مضمون میں ہمیں شاعر قرار دیکر ہمارے حق میں آیہ کریمہ والشعراء یتبعہم الغاوون لکھتے
ہیں سو انکی اس آیت کی لکھنے سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ ہمارے عربی قصاید کو دیکھکر وہ ہمارا لوہا تو مان گئے ہیں کیونکہ یہہ
آیہ کریمہ ایسے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بلحاظ اپنی شاعری اور فصاحت عرب کے فصحا اور بلغا اور عرب العربا کا جوہرہ
تہے لیکن اگر یہہ میانصاحب اس آیت کو اس سے اگلی آیتوں کے ساتہہ ملاکر پڑہتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ سارے شاعر مذمت
کے قابل نہیں ہیں - بلکہ شاعروں میں سے ایسے لوگ بہی ہیں جو اپنی صفات فاضلہ اور ایمان کے لحاظ سے مذموم شعرا سے مستثنی ہیں
مگر افسوس کہ یہہ میانصاحب اپنی فطرتی پاکیزگی اور اخلاق فاضلہ کی خوبی سے لاچار ہیں کہ وہ کسی صورت بہی نیکوں کو
برا کہنے سے باز نہیں آسکتے وہ اتنا ہی سوچتے کہ حضرت حسان بن ثابت بہی تو ایک شاعر ہی تہے جنکا شعر سید الکونین خاتم الانبیا حضرت
محمد مصطفے صلعم انہیں اپنے ممبر پر بٹہلاکر بطیب خاطر سنا کرتے تہے اور خدا تعالی نے انہیں آیات کی جملہ استثنائیہ میں انکی اور انکی
دیگر امثال کی تعریف کی ہے مگر جوش نخوت اور فرط عداوت سے میانصاحب موصوف کو کچہہ نہیں لینے دیتا کہ شخصی کدورت کی وجہ سے
خدا تعالی کے نیک بندوں کو برا کہتے ہوئے نہیں شرماتے - نہ معلوم کہ انہیں پاکوں سے کیوں اسقدر عداوت ہوگئی ہے خدا تعالے
انکی حالت پر رحم کرے - بے ادبی اور بد تہذیبی سے کلام کرنا یہہ تو آپکا خاصہ ہے اور بادیہ نشین گنواروں کی سی بولی بولنا
یہہ آپکی تہذیب - خیر ؎ ہر کسے را بہر کاری ساختند * میل آن اندر دلش انداختند * آپ ہمارے قصیدہ عربی میں
لفظ نذیر احمد لفظ حسین اور لفظ حسن سے جو بطور تلمیح کے مذکور ہیں حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفی صلعم اور حسنین علیہم السلام
مراد لیکر بفحوائے تفسیر القول بما لا یرضی بہ القائل ہمیں ک ف ر کا فتوی دیتے ہیں سو ہم بمصداق عطائے تو بلقائے تو بخشیدم
یہی تحفہ انہیں واپس دیکر جوابا عرض کرتے ہیں کہ خدا تعالی کے ان پاک اور برگزیدہ بندوں کے ساتہہ آپکو کوئی مناسبت نہیں
اور نہ ہمارے خیال ہی میں یہہ بات ہے کہ آپکو اور آپکے پیشواؤں کو ان ابرار سادات الاخیار کے ساتہہ کوئی تعلق ہے - ہم
یقین واثق سے کہہ سکتے ہیں کہ سید الکونین ع اور حسنین ع کی پاک روحیں آپ سے بیزار ہیں پہر آپ یہہ خود سوچ سکتے ہیں کہ آپکی
خطابات میں کونسا نذیر اور کونسا حسن اور کونسا حسین مراد ہے آپ یاد رکہیں کہ نام کی خوبی سے کوئی خوب نہیں
ہوسکتا خوبی کے لئے عملی حسن درکار ہے - اگر نام ہی کی خوبی کوئی چیز ہوتی تو کیا ابو جہل کا نام ابو الحکم نہ تہا -
رہا یہہ امر کہ مولوی نذیر حسین صاحب اور شیخ بطال اور میاں غلام حسن کو کچہہ سخت سست کہا گیا
ہے سو اسکا جواب یہہ ہے کہ جب ان لوگوں نے خدا تعالی کے فرستادہ کی تکفیر کی اور انکو برا بہلا کہا اور ناگفتنی باتوں سے

اُسکا دل دکھایا اور افترا پردازی اور اتہامات سے اُسکا مقابلہ کیا تو یہہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں مخذول اور مطرود ٹھہر گئے اور بحکم من عادا لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب خدا کی قہری تجلی کے حقدار بن گئے۔ اور یہہ مسلّم امر ہے کہ مومن کا مکفر خود کافر ہوتا ہے۔ پس یہہ لوگ بوجہ تکفیر امام الزمان کے بحکم فقد باء بہ احدھما اس لفظ کی خود سزاوار ہو گئے۔ اسلئے یہہ لوگ ہمارے نزدیک اُس ادب اور تعظیم کے حقدار نہیں ہیں جو علماء ربانیین کی ہونی چاہئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُن سے بیزار ہوا اور وہ خدا تعالیٰ سے بیزار ہوگئے اور اُنہوں نے اپنے پر فضل کا ہاتھ اُٹھا لیا اور رحمت کی نظر پھیر لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ بریں رسول اکرم نبی معظم فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے منکر مولویوں کو شرار الناس✝ اور یہودی ٹھیرایا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں انکو گدھے کہا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم کے ساتھ مابعد کی آیتیں ملا کر پڑھنے سے اسبات کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ پس ایسے لوگ کیونکر واجب التعظیم ہو سکتے ہیں جنکو خدا اور اسکے پاک رسول صلعم نے گندہ اور ناپاک بتلایا ہو۔ انہیں کون پاک اور مقبول کہہ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمنے تو کوئی سخت اور درشت کلمہ نہیں کہا صرف حق الامر کا اظہار کیا ہے۔ کیا حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب مخبط نہیں ہیں؟ اور کیا انکے حواس ظاہر و باطنی مسلوب نہیں ہو گئے؟ ذرا سوچ کے جواب دینا۔ حضرت اگر یہہ میاں صاحب مخبط ہوتے تو شیخ بطال کی ہی پر کیوں ختم ہے۔ شیخ بطال کے حق میں جو کچھہ کہا گیا ہے اسکے لئے تو اُسکی کارنامی ہی ہماری طرف سے کافی معذرت ہے۔ اور غلام حسن صاحب کی نسبت جو کچھہ کہا گیا ہے وہ انکی حق پوشی اور تقلید باطل کا ثمرہ ہے اور ان ناعاقبت اندیشوں کی کارروائی کا نتیجہ جو گوشہ میں بیٹھے ہوئے چیکے چیکے کر رہے ہیں۔ انکے افعال و اقوال اور حالات و حرکات اہالیان سیالکوٹ سے مخفی نہیں ہیں۔ رہا یہہ امر کہ ان لوگوں میں سے کوئی ہمارا اُستاد ہے اور کوئی دادا اُستاد اور کوئی اُستاد کا ورثہ ہے۔ اور اسوجہ سے ان لوگوں کو ہمارے روحانی ابوّت کا منصب حاصل ہے۔ سو اسکا جواب یہہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ نبی باوجود وصف خلّت اور اواہ حلیم ہونے کے بحکم الامر فوق الادب اپنے باپ کو بسبب اُسکی سرکشی اور تمرد کے عابد الشیطان اور ولی شیطان کہا ہے۔ پس جیسے ہمیں آپ حضرت خلیل اللہ کی طرح معذور سمجھیں اور مقدس نفس اور ولسے آیات مندرجہ ذیل پڑھ لیں:۔ یا ابت لا تعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمان عصیا یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمان فتکون للشیطان ولیا۔ حضرت خلیل نے ایسے شیوہ اور مقتدا اور بزعم اُنکے نافرمان ہیں۔ پس ایسے لوگوں کی عقوقیت ہی عافیت کا موجب ہے اور ایسی قسم کے عقوق

✝ یہہ حدیث پہلے رسالہ میں مع مضمون کے گذر چکی ہے۔ وہاں دیکھو۔ منہ

وہ در رہنا ہی نجات کا سبب ہے اللہ تعالیٰ انکو قرب اور اتباع و اتقیا سے بچائے۔ اب ذیل میں آپکی نرم کلامی اور رفق کا آپکے کلام سے ہی ثبوت پیش کیا جاتا ہے تا آپکا اوس الزام سے جو آپ ہمیں دیتے ہیں خود ملزم ہونا ظاہر ہو جاوے اور طالبان حق کو پتہ لگ جاوے کہ آپکا قول کیا ہے اور فعل کیا ۔ لیجئے حضرت وہ الفاظ جو آپ اپنی اُن چند سطروں میں خاکسار کے حق میں تحریر فرماتے ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ ہوں

(۱) اسکی عادتیں بازاریوں کی سی ہیں (۲) بازاریوں† کی طرح بدزبانی اُسکا شیوہ ہے (۳) دجالچہ (یعنے چھوٹا دجال) (۴) مرا اگرچہ زو قوتے بود بیش × دریغ آمدم کام و دندان خویش - اس شعر کا مفاد یہہ ہے کہ گویا خاکسار کتا ہے اور آپ انسان ہیں کیونکہ سعدی علیہ الرحمۃ نے یہہ شعر اُس شخص کا مقولہ نقل کیا ہے جب کتے نے کاٹا تھا اور اُسے کہا گیا تھا کہ تو بھی کتے کو کاٹ تو اُس نے جواب میں یہہ کہا کہ میں اپنے منہ اور دانتوں کو کتے کے ناپاک جسم سے آلودہ کرنا نہیں چاہتا۔

یہہ الفاظ آپکی خوش بیانی اور اخلاق فاضلہ اور تہذیب کا نمونہ ہیں نہیں تو آپ بدزبانی کا الزام لگاتے ہیں اور خود ہمارے حق میں یہہ فرماتے ہیں سبحان اللہ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون یعنی وہ کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو یہہ سخت ناپسند ہے کہ تم کہو کچھ اور کرو کچھ۔ حضرت آپکا تو خود را فضیحت و دیگران را نصیحت پر عملدرآمد ہے سو دوسروں کو نصیحت کرنا بہت آسان ہے اور اپنے آپکو سنوارنا سخت مشکل۔ آپ یاد رکھیں کہ دوسروں کو آپکی نصیحت ہرگز کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ خود عملی نمونہ نہ دکھلائیں ؎ مشکلے دارم ز دانشمند عالم باز پرس × توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند۔ ہماری طرف سے تو آپکی ان تمام باتوں کا یہی جواب ہے کہ جزاک اللہ! جزاک اللہ! جزاک اللہ!!! ؎ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ؎ برا وہ کہتے ہیں ہمکو تو ہم بُرے ہی سہی × مگر وہ خود تو کبھی نیک بنکے دکھلائیں۔ اور آپ کا یہہ کہنا کہ ہمارے ہادی نذیر سید الثقلین جد الحسن والحسین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو یہہ بات ایک معنی سے ہم بھی مانتے ہیں اور وہ یہہ ہے۔ کہ بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس سید الکل امام الرسل کو مبشر اور نذیر کر کے بھیجا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وما ارسلناک الا مبشراً و نذیراً اور دوسری آیت میں فرماتا ہے انا ارسلناک بالحق بشیراً و نذیراً یعنے ہمنے تجھے یا رسول اللہ بشیر اور نذیر (خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا) کر کے بھیجا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ حبیب رب العالمین دوستوں اور تابعداروں کے لئے بشیر ہے اور نافرمانوں دشمنوں اور رحمت الٰہی سے دور افتادہ اور بدقسمت لوگوں کے لئے نذیر۔ پس اسمیں کیا شک ہے کہ وہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں بشیر ہے اور ابوجہل اور ابولہب کے لئے نذیر۔ پس جو لوگ حضور علیہ السلام کے اسم بشیر کے مظہر تھے اُنہوں نے بشارت کا نتیجہ حاصل کیا۔ اور جو بدبخت اسم نذیر کے مظہر تھے اُنہوں نے نذارت کا ثمرہ اُٹھایا۔ اور اسمیں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کی تبشیر اور انذار کا سلسلہ قیامت تک ممتد چلا جاتا ہے یعنے جیسا کہ آنحضرت صلعم اپنی زندگی میں بشیر اور نذیر تھے۔ ایسا ہی اب بھی بواسطہ اپنے خلفا اور جانشینوں کے بشیر اور نذیر ہیں۔ پس بموجب آپکے قولی اور فعلی اقبال کے آنحضرت صلعم

† افسوس۔ کہ جو شخص حسباً نسباً بازاری ہے اُسے تو آپ اپنا مقتدا مانتے ہیں اور خاکسار کو محض عمدہ بازار میں رہنے کی وجہ سے آپ بازاری کہتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر تو بات کیا کرو۔ منہ

آپکے لئے نذیر ہی ہیں یعنی آپکی عملی حالت بتا رہی ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے اسم نذیر کے مظہر ہیں کیونکہ آپنے حضور علیہ السلام کی بیعت جانشین خلیفہ صادق امام برحق حضرت مسیح موعود کا انکار کیا۔ پس آپ انشاء اللہ تعالیٰ اسم نذیر کی مظہریت کا نتیجہ حاصل کرینگے یعنے آپکا انجام وہی ہوگا جو ابوجہل اور ابولہب کا ہوا۔ اور ہمارے لئے آنحضرت صلعم بشیر ہیں کیونکہ ہمنے حضور علیہ السلام کے **مبشر** کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔ سو ہم بفضلہ تعالےٰ اسم بشیر کے مظہر ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی اسم کی مظہریت کا فائدہ اُٹھائینگے۔ پس آپ بھی انتظار کریں اور ہم بھی منتظر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے اسم نذیر کو اپنے لئے مخصوص کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اسم نذیر کا مظہر قرار دیتے ہیں سو برآتی ہیں اور ہم آپکی تصدیق کرتے ہیں **فصدقت وانا اصدقک** ٭ لیکن نصیبدو الانذیر اور بشیر۔

دوسرے حصہ کا جواب

آپکے دوسرے حصہ کے خرافات کا بطریق قولہ و اقول جواب دیا جاتا ہے۔

قولہ صفحہ ۱۳ وارحم علینا لکھا ہے وارحمنا چاہیئے۔ **اقول** کیوں چاہیئے کوئی سند پیش کرو صرف آپکا زبانی بکواس سند نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ کسی **عربی** سے نچے ہیں؟ کہ بلا سند ہی آپکی بات مان لی جائے۔ غالباً آپ یہی کہینگے کہ اس فعل کا اکثر استعمال بلا صلہ ہے مگر اس سے صلہ کے ساتھ استعمال کرنے کا عدم جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ صلہ کے ساتھ بھی اس مادہ کا استعمال پایا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل امثلہ پر غور کرو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ٭ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
رحمنہ ونرحمت علیہ (صراح)

قولہ فیقتدی اچھا نہیں۔ لیقتدی چاہیئے۔ **اقول** لیقتدی ہی اچھا نہیں فیقتدی ہے چاہیئے۔ کیونکہ لام مشعر بر علت ہے اور فا مشعر بر غایت علت (یعنے نتیجہ) اسلئے اسجگہ فا کا لانا لفظاً اور معنیً دونوں طرح پر افصح ہے۔ ذرا ہوش سے بولو۔ جبکہ علوم عربیہ سے آپ واقف نہیں تو دخل در معقولات کی کیا وجہ ہے۔ کیا اس طرح آپکی عربی دانی کا ہمیں یقین ہو جائیگا۔ اپنے آپ کو ذلیل کرنے کے لئے کیوں بار بار پیش کرتے ہو۔ ہمتو آپکو بارہا آزما چکے ہیں کہ آپ خالی برتن ہیں۔

قولہ صفحہ ۱۵ ویل لقوم المفسد ون ملاذھم لکھا ہے اسمیں دو غلطیاں ہیں۔ ایک عروضی دوسری نحوی وزن عروضی پر یہ مصرعہ یوں چاہیئے الخ **اقول** ایک غلطی ہی نہیں صرف آپکا سر ہی غلط ہے جس میں قوت فہم باقی نہیں رہی۔ بھلا وزن کو آپ کیونکر پہچان سکتے ہیں آپ تو نہ شاعر ہیں نہ شاعر کے بھائی۔ اجی حضرت جس کوچہ میں گذر نہو وہاں کی خبر دینا اس سے بڑہکر اور کیا حماقت ہے؟۔ آپ نے پہلے اس بحر کا نام لیا ہوتا۔ تقطیع کرکے دکھائی ہوتی پھر عروضی اصطلاح کے مطابق کسی عیب کی نشان دہی کرتے۔ مگر شاید بیہودہ بک دینا ہی آپکے نزدیک قابلیت کی دلیل ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا"۔ غالباً لفظ قوم اور المفسد ون کے وصل پر آپکو اعتراض ہوگا۔ کہ وصل جائز نہیں اور بلا وصل شعر موزون نہیں رہتا۔ سو یہ آپکی جہالت اور علوم شعر اور ضروریات شعری سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ دیکھو دیوان متنبی کا شعر جس میں ضرورت شعری کے لحاظ سے بجائے فصل کے وصل اختیار کیا گیا ہے ؎ **لولا الامیر مساور بن محمد ٭ ما جشمت خطراً ورد نصیح** دیکھو یہاں لفظ مساور کی تنوین بوجہ ضرورت شعری گرگئی ہے اور قصیدہ ہمزیہ میں جو صاحب قصیدہ بردہ کی تصنیف ہے۔ مندرجہ ذیل شعروں کو غور سے پڑھو ؎ **وزیر ابن عمہ فی المعالی ٭ ومن الاھل تسعد الوزراء**

وابی حفص الذی اظهر اللہ ٭ بہ الدین فارعوی الرقباء ٭ شعر اول میں لفظ وزیر کی اور شعر ثانی میں
لفظ ابی حفص کی تنوین ضرورت شعری یعنے رعایت وزن کے سبب سے گرائی گئی ہے اور ایسی صدہا مثالیں ہیں جنکا لکھنا موجب تطویل ہے
اور اسمیں نحوی غلطی بھی کوئی نہیں صرف آپکے فہم شریف ہی کی غلطی ہے ۔ مبتدا اور خبر میں بالکلیہ مطابقت شرط نہیں نہ معلوم
کس قاعدہ کی رو سے جمع مبتدا کے لئے خبر واحد کا ناجایز ہونا آپنے لکھا ہے کیوں اس قاعدہ کا حوالہ نہیں دیا گیا جس میں یہہ مذکور ہے
عربی گرامر میں تو یہ قاعدہ مذکور نہیں اور نہ خبر واحد کا جمع مبتدا کے لئے لانا منع لکھا ہے ۔ دیکھو امثلہ ذیل :-
(۱) وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرہ و وجوہ یومئذ باسرۃ (سورہ قیامہ) (۲) وجوہ یومئذ خاشعۃ عاملۃ
ناصبۃ (سورہ غاشیہ) (۳) وجوہ یومئذ ناعمۃ لسعیہا راضیۃ (۴) نحن اقرب الیہ من حبل
الورید ۔ (سورہ ق) (۵) نحن اعلم بما یقولون ۔ (۶) رب ان المہدی ھداک وایاتک ھذی تھدی
بہ من تشا (شعر قصیدہ ہمزیہ) اس شعر میں ایاتک جمع مبتدا اور ھدی خبر واحد ہے ۔

قولہ ھذہ القصیدۃ انیقۃ رشیقۃ نظمتہا مرتجلا یہہ بھی غلط ہے ھذہ القصیدۃ الانیقۃ
الرشیقۃ نظمتہا مرتجلاً چاہئے یا ھذہ قصیدۃ انیقۃ رشیقۃ نظمتہا مرتجلا ۔ اور اس مقام میں مرتجلا
بھی جھوٹ ہے کیونکہ بہت مدت اسمیں سر دھنتے رہے ہیں ۔ الخ **اقول** ھذہ القصیدۃ انیقۃ رشیقۃ صحیح ترکیب
ہے کیونکہ لفظ ھذہ القصیدۃ یعنے اسم اشارہ معہ اپنے مشار الیہ کے مبتدا ہے اور انیقۃ خبر اول و رشیقۃ خبر ثانی ۔ پس اس
ترکیب کو غلط کہنا سوائے بے خبر الشانتی اور کسی کا کام ہے ۔ اور ھذہ القصیدۃ الانیقۃ الرشیقۃ غیر فصیح ترکیب ہے
کیونکہ مبتدا میں اصل یہہ ہے کہ معرفہ ہو اور اصل خبر میں یہہ کہ نکرہ ہو پس اخبار کو بلا ضرورت معرفہ کرنا غیر فصیح ہے ۔ اور ھذہ قصیدۃ
انیقۃ رشیقۃ جو ترکیب آپنے پیش کی ہے یہہ غلط نہیں بلکہ اغلط ہے ۔ کیونکہ اسم اشارہ کا مشار الیہ ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے اور ماقبل
میں مذکور ہونے کے بغیر اسکا حذف کرنا ناجایز ہے ہاں اگر مشار الیہ قبل مذکور ہو تو حذف کیا جا سکتا ہے جیسے تلک امۃ قد خلت
الایہ پس ھذہ قصیدۃ کے ماقبل مشار الیہ مذکور نہیں اسلئے لفظ قصیدۃ کو خبر بنانا اور مشار الیہ کو محذوف کرنا
سخت ممنوع ہے ۔ فافہم ٭ اور اس بات کا جواب کہ مفہوم مرتجلا صحیح نہیں بلکہ کذب اور دروغ ہے یہی ہے کہ
جھوٹے پر خدا کی لعنت اگر آپ جھوٹے ہیں اور ناحق ہماری تکذیب کرتے ہیں تو آپ کے لئے یہہ
تحفہ حاضر ہے اور اگر ہم ہیں تو ہمارے لئے ۔ **علاوہ ازیں** طریق فیصلہ یہہ ہے کہ اگر ہم آپکے نزدیک جھوٹے
ہیں تو بقول شخصے دروغگو را تا بخانہ باید رسانید آپ عربی نظم کے لکھنے میں ہمارا مقابلہ کر لیں اور مقابل میں
بیٹھ کر قصیدہ لکھیں اگر آپ جیت گئے یعنے آپنے ہم سے بڑھ چڑھکر عمدہ اور فصیح اور جلدی عربی قصیدہ لکھ لیا تو ہمارا
لفظ ارتجال بولنا بیشک جھوٹ ہوگا اور آپ کو حق ہوگا کہ آپ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ ہمپر لعنت کریں اور اگر آپ کچھ بھی
نہ لکھ سکو اور ایک دو شعر بھی نہ کہہ سکے تو پھر جس قدر آپ اپنے لئے پسند کریں اور برداشت کر سکیں اپنے اوپر لعنتوں کا بوجھ
لاد لیجئے ۔ دوسرا طریق فیصلہ یہہ ہے کہ اگر آپ نظم نہیں لکھ سکتے اور اسمیں آپکو قدرت اور مہارت نہیں بخشی گئی تو پھر عربی نثر ہی
کے لکھنے میں مقابلہ کریں اور نہایت فصیح بلیغ عربی میں کوئی مضمون تجویز کر کے ہمارے بالمقابل بیٹھ کر لکھیں اگر اسمیں بھی آپ
بڑھ گئے تو ہمارا وہی علاج جو اوپر مذکور ہو چکا ہے اور اگر آپ رہ گئے تو ہماری طرف سے آپکو وہی انعام دیا جاویگا جو اوپر
مذکور ہو چکا ہے ۔ فلعنۃ اللہ علی من تخلف وابی ورحمۃ اللہ علی من قبل واتی ۔

قولہ ۔ بالارتجال باب افتعال کا ہمزہ وصل کے وقت گر جاتا ہے یہاں قایم ہے ۔ **اقول** ای حضرت ہنیق
بالارتجال کا لام جارہ نہیں کہ وصل لازم ہو اور ہمزہ وصل گر جائے بلکہ یہہ الف لام تعریفی ہے جو نفس کلمہ کے حکم میں ہوتا
ہے اور اسمیں اور اسکے مدخول علیہ میں وصل نہیں ہوا کرتا اگر ہوتا ہے تو اسکی نظیر پیش کرو ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں سے لڑکے ہی ہو
پڑھے نہیں لیجئے آپکی مزید طمانیت کے لئے اہل زبان کے چند شعر لکھتا ہوں ۔ غور سے پڑھو ۔

قال الشیخ محمد السعیدی الطرابلسی الشامی ؎

وغدا کل زاھد الیک مفرا ٭ بان زھدک الیہ الاانتہاء

دیکھو لفظ انتہا کہ باب افتعال کا ہمزہ قایم ہے اور ہونا چاہیئے۔ قال ایضاً انتتجر للعلوم محیطاً+ عجزت

العلماء عن آثار ذی الاقتفاء۔ لفظ اقتفا پر غور کرو ۔

قال صاحب البردة فی الھمزیہ ۔ امر سواھم ھو الا لہ فما لسنتہ عیسی الیہ والانتماء ۔ قال ایضاً

یا بی بکر الذی صح للناس ۔ بہ فی حیاتک الاقتداء ۔ قال ایضاً یتقی حر وجہی الحر والبرد ۔

وتدعو من لظی الاتقاء ۔ ان تینوں شعروں میں لفظ الانتما اور الاقتدا اور الاتقاء پر غور کرو اور خدا کے لئے شرم

کرو اور حیا سے کام لو۔ .... **قولہ** لاتبتلینا غلط ہے لاتبتلنا چاہیئے۔ **اقول** حضرت ہر

کوئی بات تو آپکی بھی مان لینی چاہیئے۔ یہ تصحیح ہم مانتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی آیندہ خیال رکھیئے گا کہ کاتب یعنی کاپی نویس خاکسار نہیں

اور نظر انسانی کا چوک جانا بھی ممکن ہے اور بھول جانا بھی انسان ہی کا کام ہے۔ آگے بھی لکھ چکا ہوں کہ میں انسان ہوں اور انسان کا

کام بھولنا ہی ہے الانسان مرکب من السھو والنسیان سو خطائے سہوی انسان کا خاصہ ہے اور خطائے عمدی شیطان کا فعل۔

پس اگر آپکی غلطیاں جو میں اوپر بوضاحت ثابت کر آیا ہوں سہوی نہیں تو پھر عمداً ہونگی اور اگر عمداً ہیں تو پھر میں کیا عرض کروں خود ہی

سمجھ لو کہ آپ کون ہیں۔ افسوس جیسا کہ ہمارا گمان تھا وہی کام آپ نے کر دکھایا یعنی بجائے اپنی نکتہ نمائی کے ہماری نکتہ چینی

کی اور وہ بھی غلط۔ اب اگر آپ میں کچھ بھی شرم اور حیا ہے تو ڈوب کر مر جاؤ۔ تا خس کم جہان پاک کا مصداق ہو۔ فقط

ناظرین کو واضح ہو کہ ہم نے یہ عہد کر لیا ہے کہ ایسے کوتاہ فہم جاہل نکتہ چینیوں کی نکتہ چینیوں کا جواب دینے میں ہم

اپنے عزیز وقت کا خون نہ کرینگے اور یہ جواب صرف اس غرض سے لکھا گیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو انکی حسن لیاقت کا حال

معلوم ہو جاوے ۔ والسلام۔ راقم خاکسار ابو یوسف محمد مبارک علی طبیب سیالکوٹی ۔

تمت

نزول ملائکہ کی نسبت جو کچھ فاضل امرتسری صاحب نے لکھا ہے اس کا تو اتنا ہی جواب ہے کہ انکو تمام دلائل سے جواز نزول [illegible] مطلق نزول ثابت ہو چکا ہے اور مطلق نزول کے کی کمان کو بھی انکار نہیں انکا اور ہمارا اتفاق ہے کیفیت نزول میں ہے پس اب یہی لازم ہے [illegible] ساتھ نازل ہونا [illegible] وہ اور ثبوت [illegible] ثابت کریں [illegible] دلائل سے [illegible] نزول [illegible] اور تمام متقدمین کا مذہب ہے [illegible] ہمارا اور تمام [illegible] احادیث [illegible] اور یہ کام نصوص میں تطبیق قرآن اور حدیث [illegible] معنوں میں ثابت کریں [illegible] ابو یوسف

✝ اور جو آپنے اپنی تمہید میں انکار وجود ملائکہ کا الزام ہمکو اور ہمارے امام علیہ السلام کو انکی نسبت جاری طرف سے یہی جواب ہے کہ لعنة اللہ علی الکاذبین منہ ×

انٹروڈکشن

وزیرآباد کا مباحثہ اور غیر مقلدین کی ہزیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں مباحثات اور مناظرات کا سلسلہ طالبان حق کے لیئے حق کے پانے اور حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کا آلہ ہو اور نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ ہمیشہ سے اور انبیا علیہم السلام کے وقت سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ اہل حق اور اہل باطل کے درمیان بڑی سرگرمی کے ساتھہ مباحثات واقع ہوتے رہے ہیں آخر اس کشتی میں حق غالب اور باطل مغلوب ہو کر صفحہ ہستی پر صاف کھل جاتا رہا ہو کہ حق فلان جانب ہو اور باطل فلان طرف۔ اور ہمیشہ بحکم الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ حق کے زبردست ہاتھوں نے باطل کو ایسا دبایا اور اپنے صدق اور ثبات کے پیروں کے نیچے اُسے ایسا روندا اور کچلا کہ وہ بھاگتا ہی نظر آیا قال اللہ تعالیٰ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنے جب حق آیا باطل بھاگ گیا کیونکہ باطل بھگوڑا ہی تھا۔

لیکن اس زمانہ میں مباحثات علمی کی طرز نے کچھ ایسا پلٹا کھایا ہو کہ بجائے مباحثات کے مجادلات کا سکہ جم گیا ہو اور فریقین میں سے وہ فریق جو حقیقتہً اہل باطل ہوتا ہے کچھ ایسی تندیاں

اور تیزیاں اور کج ادائیاں اور روباہ بازیاں عمل میں لاتا ہو کہ اہل حق اور متلاشیان حق کو سوائے حیرت اور حسرت اور دست افسوس ملنے کے اور کچھہ بن نہیں پڑتا۔ آخر افسوس ایسا یوں کے ساتھہ مباحثات کی سلسلہ جنبانی کو انہیں موقوف کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان صورتوں میں کسی معتد بہ فایدہ کے حاصل ہونیکی امید باقی نہیں رہتی بلکہ فایدہ کی نسبت نقصان کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

سو یہی صورت مندرجہ عنوان مباحثہ کے وقت میں پیش آئی یعنے **مولوی صاحبان** کی نیرنگیوں اور ایچا پیچیوں اور اعراض عن الحق نے **اہالیان وزیرآباد** خصوصاً طالبان حق کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ اس مباحثہ کو معرض التوا میں ڈالدیں۔

اس مباحثہ کی ابتدائی صورت اس طرح پر ہے کہ حضرت **مولوی قطب الدین** صاحب ساکن موضع بدوملہی جو حضرت **اقدس مرزا صاحب** کے مخلص مریدوں میں سے ہیں اتفاقاً مندرجہ عنوان شہر میں تشریف لائے اور انہوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے **فیوض** میں متفرق مقامات میں پند و وعظ کئے اور کلمات حقہ کی طرف اکثر سامعین کی توجہ مبذول پائی۔ ان ایام میں اپنی پنجگانہ نماز ایک مسجد میں جو انکی فرود گاہ سے بہت ہی قریب تھی اور بنام مسجد **ککڑ والی** مشہور ہے ادا کرتے رہے۔ اتفاقاً میاں **محمد علی** صاحب جبر پوری ایک روز اس مسجد میں تشریف لے آئے اور یہہ نماز عصر کا وقت تھا اور مولوی **قطب الدین** صاحب پیش امام ہو کر با جماعت نماز گذار رہے تھے میاں نعمان صاحب موصوف بھی شامل جماعت ہو گئے۔ جب نماز سے فراغت ہوئی تو میاں **لو ٹپی** صاحب نے بالاعلان لوگوں سے کہا کہ نماز کسی شخص کی نہیں ہوئی۔ کیونکہ امام صاحب **مرزائی** ہیں اور یہہ لوگ کافر ہیں مولویوں نے انکو کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ یہہ کہکر علیحدہ جماعت کرانیکے لئے کھڑے ہو گئے اور کچھہ آدمیوں نے نماز کا اعادہ بھی کیا۔ اسکے بعد مولوی **قطب الدین** صاحب اور میاں **لو پڑی** صاحب کے مابین کچھہ گفتگو ہوئی جس میں میاں **لو پڑی** صاحب لا جواب ہو کر بند ہو گئے اور بڑبڑاتے ہوئے مسجد سے باہر نکل گئے کیونکہ اس مقابلہ میں **مولوی قطب الدین** صاحب ایک عالم آدمی تھے اور میاں **لو پڑی** صاحب محض نابلد۔ اس کے بعد میاں لو پڑی صاحب نے مشہور **حافظ عبد المنان** صاحب وزیرآبادی

منادی کراکر حافظ صاحب کی مسجد میں رات کو وعظ کیا اور بجائے قال اللہ اور قال الرسول سنانے کے
حضرت مرزا صاحب اور انکی جماعت کو منہ پھاڑ پھاڑ کر گالیاں دیں اور حضرت مرزا صاحب کی
نسبت جھوٹ بولنے اور افترا پردازی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چونکہ میاں صاحب موصوف
اپنی صلاحیت اور کارناموں کی وجہ سے شہرۂ آفاق ہیں اسلئے عوام میں انکی زہر اگلنے کا کوئی
معتد بہ اثر نہ ہوا۔ اسپر حافظ عبد المنان صاحب نے بغرض تلافی مافات دوسرے روز وعظ کیا اور اپنے
ناداں سادہ لوح معتقدین کو نہایت ہی اکسایا اور بھڑکایا اور بڑے زور کے ساتھ یہہ دعوی کیا کہ میرے سامنے
کوئی مرزائی آوے دیکھوں میں اسکو کیسا دم بخود کرتا ہوں اور حضرت مسیح کی حیات جسمانی اور جسم
عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ جانے اور پھر آیندہ کسی زمانہ میں اوسی جسم
کے ساتھ نازل ہونے کے میرے پاس وہ قطعی اور یقینی ثبوت ہیں کہ جنسے ممکن نہیں کہ کوئی انکار کرسکے
پس انکے اس دعوی نے انکی جماعت میں ایک بیہودہ جوش اور باسی کڑہی کا سا ابال پیدا کر دیا۔ اس
بناپر اخویم شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی نے جو حضرت اقدس مرزا صاحب
کے جاں فدا خادموں میں سے ہیں حافظ صاحب سے ان تمام باتوں اور بے سر و پا دعووں کے اثبات کا مطالبہ
کیا اور حافظ صاحب کی اس مدعیانہ درخواست کے مطابق چند عمائد و رؤسا شہر کے مشورہ سے مباحثہ کی
تجویز قرار دی اور یہہ لوگ بالاتفاق بمقتضائے کلام حضرت سعدی علیہ الرحمۃ سے ندارد کسی با تو ناگفتہ کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار۔ ہم آہنگ ہوکر حافظ صاحب سے ان دعاوی کے ثبوت کے طالب ہوئے۔ اور
مباحثہ کے لئے خاکسار۔ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کو
طلب فرمایا۔ تب ہم دونوں بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء اس خاص دینی خدمت کے لئے وزیر آباد میں
حاضر ہوگئے اور حافظ صاحب موصوف کو اطلاع دیگئی کہ ہم تین شخص یعنے خاکسار ابو یوسف
محمد مبارک علی اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی۔ اور مولوی قطب الدین صاحب
حاضر ہیں جس شخص کے ساتھ ہم تینوں میں سے آپ چاہیں مسئلہ حیات و ممات حضرت مسیح میں احقاق حق کی
غرض سے گفتگو کرلیں اسکے جواب میں حافظ صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی قطب الدین اور ابو یوسف محمد مبارک علی